لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ
۱۰ر جون ۲۰۰۳ء

جب ایک دہقانی بے ساختہ پکار اٹھا:

”قرآن کی ایک چھوٹی سی آیت نے تمام کتب قدیمہ کو اپنے اندر سمولیا ہے“

حضرت عمر فاروقؓ ایک روز مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اچانک ایک دہقانی آپ کے قریب آکھڑا ہوا اور کہنے لگا ”اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله“....... حضرت عمر فاروقؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تو جواباً اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ قبولیت اسلام کی وجہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ میں نے توریت، زبور، انجیل اور انبیاء سابقین پر نازل شدہ کتابیں پڑھی لیکن جب میں نے ایک قیدی کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ﴿ومن يطع الله وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللهَ وَ يَتَّقه فا ولئك هُم الفَائِزُون﴾ (سورۃ النور:۵۲) (اور جو کوئی بھی اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانے گا اور اللہ سے ڈرے گا اور اس کی نافرمانی سے بچے گا تو بس ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے) تو مجھے محسوس ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام کتب قدیمہ کو اپنے اندر سمولیا ہے۔ اور اس طرح مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کلام الٰہی ہے، پھر اس دہقانی نے اس آیت کی تفسیریں بیان کی

- ومن يطع الله۔ فرائض الٰہیہ سے متعلق ہے۔
- ورسوله۔ سنت نبوی سے متعلق ہے۔
- ويتقه۔ باقی ماندہ عمر سے متعلق ہے۔

اور جب انسان مذکورہ بالا صفات کا حامل اور ان پر عامل ہوجائے تو پھر اس کے لئے بشارت ہے اُولٰئک هم الفائزون کہ فائز اور کامیاب وہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنت میں اپنا ٹھکانہ بنائے۔ (قرطبی)

Regd. No- LW/NP/63
Fortnightly
Tameer-e-Hayat
Nadwatul Ulama, Lucknow-226 007
R.N.I. No- UP.URD/2001/6071
MAY 2003
Vol.2, Issue No: (5)

دور حاضر کا اہم سوال

معصوم بچوں کو کفر و شرک سے کیسے بچایا جائے؟ اس ایمان سوز دور میں معصوم بچوں کے ذہنوں کو کفر و شرک کے زہریلے اثرات سے کیسے محفوظ رکھا جائے اور ان کے دل و دماغ میں ایمان کی تخم ریزی کیسے کی جائے تاکہ وہ بچے مستقبل میں ایک سچے اور پکے مومن کی حیثیت سے زندگی گزار سکیں۔ اس کے لئے آپ مکتبہ دین و دانش مکارم نگر سے فوراً رابطہ قائم کیجئے۔ مکتبہ نے چھوٹے بچوں کے لئے بہت ہی دلنشیں اور آسان زبان میں یہ کورس تیار کیا ہے جو ہزاروں مدرسوں میں آزمایا جا چکا ہے۔ مکمل سیٹ سو روپے خرچ مزید ۳۰ روپے، تاجروں کے لئے خصوصی رعایت (بعد کمیشن) پانچ ہزار کی نقد خریداری پر ۲۰ فیصد رعایت۔ پیشگی رقم بذریعہ بینک ڈرافٹ "Maktaba Deen Wa Danish" کے نام روانہ کیجئے۔ مکتبہ دین و دانش مکارم نگر لکھنؤ۔ 226020

فون 0522-2740256 موبائل۔ 0-9415005204

Ph:226657
FIT & CO.
(Since: 1916)
SPECIALIST IN
Suits & Sherwani
Near:- Sardar Sons,
At:Nazirabad, LUCKNOW.

Ph. Nos 2260433- 2242946
جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں
آپ کا خیر مقدم ہے
گہنہ پیلیس
Gahna Palace
حاجی عبدالروف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت
ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر وغیرہ بہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔
تاج
اسلامک جنتری دستیاب ہے
طلب کریں۔ قیمت..۵/
نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔
تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے
Shirt, Trousers Coat Suits, Embroidered, Sherwanis,Pullowrre, Jackets, Kurta, Vastecoat suit, Night suits& ties
شادی بیاہ، تیوہار اور پارٹی کے موقع کے لئے شاندار ذخیرہ
تشریف لائیں
MEN MARK®
Men's Exclusive
58,Halwasia Market.
Hazratganj, Lucknow
Ph.: Shop:216948 Resi.: 227443

اِنڈامول
گہرے زخم پھوڑوں کا لاجواب مرہم
INDAMOOL
حسنی فارمیسی

چشمہ ساگر
ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔
AUTO REFRECTO METER AR-860
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشین اے۔ رحمٰن (علیگ)

Office Ph. No2787250 (Ext.) 18, Guest House - 2323864Fax No- 0522-2787310,2788376
Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.
Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس شمارے میں

عنوان	مصنف	صفحہ
فکر امروز		
ازلی وابدی ذات صرف اللہ رب العالمین ہے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	
تعمیر حیات کی فائل سے	مولانا اسحاق جلیس ندوی	۲
اداریہ		
فقہی مسالک کا تنوع: ایک نعمت ورحمت	مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۳
تعلیم القرآن		
اللہ کا خوف	سیدہ امۃ اللہ تسنیم	۵
تعلیم الحدیث		
ملت کا اصل مرض	مولانا بلال حسنی ندوی	۷
فکر ونظر		
سامراجیت کے خلاف علماء کا کردار	مولانا واضح رشید ندوی	۸
اعجاز القرآن		
قرآن ایک معجزہ	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۱۰
میرا مطالعہ		
میری بے زبان استانیاں	سیدہ امۃ العزیز صاحبہ	۱۳
لمحہ فکریہ		
کیا بڑی بات تھی	ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی	۱۵
شعر وادب		
ماجرائے دختر خیر الانامؐ	علامہ شبلی نعمانی	۱۷
صہیونیت		
آنے والا مسیح	مولانا سلمان الحسینی	۱۸
مطالعہ مذاہب		
تلمود کی تعلیمات	ڈاکٹر احتشام احمد ندوی	۲۱
ادب اسلامی		
مولانا ابوالخیر برق	سید محمود حسن حسنی ندوی	۲۳
نقطہ نظر		
صدام حسین کی شکست	مولانا نذر الحفیظ ندوی	۲۶
تعارف وتبصرہ		
کتابوں کی دنیا	سید محمود حسن حسنی ندوی	۲۹
احکام ومسائل		
فقہی سوال وجواب	مفتی محمد طارق ندوی	۳۱
عالمی خبریں	سید معید اشرف ندوی	۳۲

پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ

اشاعت کے ۴۰ سال

جلد نمبر ۴۰ — شمارہ نمبر ۱۵

۱۰ر جون ۲۰۰۳ء مطابق ۹ر ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

(زیر سرپرستی)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء)

نگران خصوصی

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی — رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی — معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا نذر الحفیظ ندوی
- مولانا عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زر تعاون

سالانہ: -/۱۵۰ روپے ———— فی شمارہ -/۷ روپے

ایشیائی ممالک، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ———— -/۳۵ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام بنوائیں

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Post Box No.93,Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 2787250(Ext) 18 مہمان خانہ (0522)2323864

Website : www.nadwatululama.org

E-mail : nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارے کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

فکر امروز

مشرق بھی فانی ہے اور مغرب بھی فانی

ابدی وازلی ذات صرف اللہ رب العالمین کی ہے۔

اسلام خود اپنی ایک دنیا ہے، جس میں مشرق ومغرب، عرب وعجم، قریب وبعید، اور قدیم وجدید کی کوئی تقسیم نہیں، مشرق و مغرب کی سرحدیں اور عرب وعجم کے امتیازات کبھی صفاتِ الٰہی کی طرح ازلی وابدی نہ تھے جو کوئی تغیر قبول نہ کرسکیں، خدا کا بے لاگ قانونِ فطرت ایک کو دوسرے پر اثر انداز اور غالب کرتا رہا ہے، اور کرتا رہے گا، خدا کے آسمانی پیغام اور دین انسانیت کا انحصار کسی ملک اور تہذیب پر نہیں ہے، اسلام مشرق کے واسطہ اور عرب کی احتیاج کے بغیر بھی اپنی رحمت کا سایہ مغرب پر ڈال سکتا ہے، دینِ حق کی منزل کے لئے ایک راستہ نہیں، صرف طلبِ صادق اور عزم راسخ کی ضرورت ہے، اگر آج مشرق کی وہ آسودگی اور عرب کی وہ سادگی خواب وخیال ہوگئی ہے، تو کوئی غم کی بات نہیں کہ اس آسودگی اور سادگی، اس سکینت واطمینان اور اس یقین وایمان کا منبع اور مرکز موجود اور محفوظ ہے، مشرق بھی فانی ہے اور مغرب بھی فانی، مشرق کا سکون واطمینان بھی فانی اور مغرب کا اضطراب و بے اطمینانی بھی فانی....... یہاں جو کچھ ہے زمانی اور مکانی عارضی اور فانی، ابدی صرف ایک ذات ہے، اس کے فیض کا چشمہ ہر زمانہ میں جاری اور اس کی ہدایت کا سلسلہ ہمیشہ باقی ہے، اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے جو کتاب بھیجی تھی، اور انسانیت کے لئے نمونہ بننے کے لئے جس ذات (روحی فداہ) اور جس زندگی کو انتخاب کیا تھا، ان کی رہنمائی اب بھی موجود ہے، سچی پیاس رکھنے والوں کے لئے خواہ وہ مشرق کے ہوں یا مغرب کے، عرب کے ہوں یا عجم کے، چین کے ہوں یا ہندوستان کے، اب بھی یہی صدائے غیب آرہی ہے کہ ؎

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشان است
خم و خم خانہ با مہر نشان است

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

ماخوذ: پیش لفظ ''طوفان سے ساحل تک''

تعمیر حیات کے فائل سے

یہ تضاد کہیں سازش نہ ہو

مولانا اسحاق جلیس ندوی

''اکیسویں صدی عیسوی یا پندرہویں صدی ہجری انشاء اللہ اسلام کی صدی ہوگی'' یہ خیال، اندازہ، امید یا پیشن گوئی اس حد تک تو صحیح ہے کہ عالمی سطح پر اور ہر محاذ پر اسلامی دعوت کی سرگرمیاں اور دین حق کے تبلیغ کی کوشش اس زمانہ میں جتنی عام ہیں شاید کبھی نہ رہی ہوں، اس میں مواصلات کی سہولت اور ذرائع نشر واشاعت کی آسانی کو بھی خاصا دخل ہے لیکن تنہا یہی بات نہیں مغربی استعمار اور نوآبادیاتی نظام کے زوال کے ساتھ ایسی دینی تحریکیں اس صدی میں پیدا ہوئیں جن کے ذریعہ ہمہ گیر پیمانہ اور عمومی سطح پر دین کی دعوت وتبلیغ کا کام جاری ہوا، دوسری طرف نو آزاد مسلم ممالک کے عوام میں اسلام کو ایک غالب طاقت اور مکمل نظام حیات کے طور پر اپنانے کا رجحان عام ہوا۔

اکثر مسلم ممالک نے اپنی آزادی کی جد وجہد میں اسلام کا نام استعمال کر کے مسلم عوام کی جذباتی تائید حاصل کی، مسلم عوام نے جان ومال کی قربانیاں اسلام کے نام پر دیں، اس سلسلے کی نمایاں مثال الجزائر اور پاکستان ہے۔

اسی دور میں عالمی اقتصادیات کا توازن ان مسلم ممالک کی طرف منتقل ہوگیا، جو تیل کی دولت سے مالا مال اور اس سیال سونے کے مالک ہیں، ان عرب ممالک نے (جن میں مملکت سعودی عربیہ ممتاز ہے) اسلام کے نام پر بڑی سرگرمی کا ثبوت دیا ہے، رابطہ عالم اسلامی، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، تنظیم رسالۃ المساجد، ندوۃ الشباب اس طرح کی کئی تنظیمیں اس کی سرپرستی میں قائم ہوئی ہیں، مسلم ماہرین تعلیم، ماہرین اقتصادیات، ماہرین سائنس وٹکنالوجی، ماہرین فقہ وقانون کی کانفرنسیں منعقد کیں، اور شریعت اسلامیہ کی عصر حاضر میں تطبیق کا ایک طویل ومفصل منصوبہ بنایا، اسلامی سربراہوں کی کانفرنس، اسلامی بینک، اور اسلامی سکریٹریٹ کا قیام انہی کوششوں کی کڑیاں ہیں، اسلام کا نام اس دور میں شرم وعار کا باعث نہیں رہا، وہ دن گذر گئے جب مغرب سے مرعوب ومسحور ماحول میں خدا کا نام لینا رقیبوں کو شکایت کا موقع دینا تھا، آج اسلام کا نام لے کر عوام کے دینی جذبات کو استعمال کر کے مسلم ممالک کے قائدین اپنی قیادت اور کرسی کو استحکام بخشتے ہیں، بیرونی دشمنوں اور اندرونی حریفوں کو ناکام بناتے ہیں، اسلام اس دور میں اجنبی اور نامانوس نہیں رہا بلکہ یہ وہ چلتا سکہ ہے کہ اس کی ضرورت اس کے مخالف اور اس کے مخلص سبھی محسوس کرتے ہیں۔

یہ بات جہاں شکر ومسرت کی ہے وہیں یہ چیز بہت کھٹکتی ہے کہ ان مسلم ممالک میں بھی جہاں اسلام پر یقین واعتماد کا اعلان واظہار حکومتی اور عوامی سطح پر ہوتا ہے، اسلام دشمن سرگرمیاں متوازی جاری ہیں، اسلام کے درخت کا نشو ونما جس زمین میں ہونا ہے اسے بنجر بنانے کی ایک طرف تو منظم کوشش ہو رہی ہے اور دوسری طرف اسلام کو غالب کرنے کے عزائم کا اعلان بھی ہے۔ ذرائع ابلاغ ونشر واشاعت، ریڈیو، ٹی وی صحافت وادب، فلم اور ثقافتی پروگراموں کے ذریعہ معاشرہ میں وہ زہر پھیلایا جارہا ہے جس سے اسلامی نظام کا نسخہ کیمیا بے اثر ہو جائے، قول وعمل کے اس تضاد سے کوئی مسلم ملک مستثنیٰ نہیں۔

اسلامی شریعت کے نفاذ میں حکومت کی سرپرستی، اور قانون کا تحفظ قطعاً کافی نہیں یہ وہ انقلابی آئین اور طرز زندگی ہے جس کی کامیابی کا انحصار فرد اور معاشرہ کی اصلاح پر ہے ہمیں اندیشہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پر ملک اور معاشرے کی تشکیل وتعمیر کو ناکام اور ناقابل عمل ثابت کرنے کے لئے دانا دشمنوں نے کوئی سازش نہ کی ہو، کہ تجربہ سے یہ نظام ناکام ثابت ہوا ہے۔

اسلامی تاریخ جس نازک موڑ سے اس وقت گذر رہی ہے وہ اسلام سے محبت اور قلبی تعلق رکھنے والوں کے لئے ایک زبردست چیلنج ہے، اس میں ان کے اخلاص، ذہانت، بصیرت، تدبر، اور دور اندیشی کا بہت بڑا امتحان ہے، خدا کرے کہ دین کی اساس پر ملک ومعاشرے کی تعمیر وتشکیل کے آرزومند اپنی پوری توانائی اور توجہ معاشرہ میں اسلام کے لئے سازگار فضا پیدا کرنے اور ہر فرد کے لئے اسے دل سے قبول کرنے کا جذبہ پیدا کرنے میں صرف کریں گے، وقت کے دھارے کو اپنے کو حق میں موڑنے کے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے تاریخ کے اس فیصلہ کن موڑ پر اسلام پسندوں کی غفلت اور سطحیت خدانخواستہ صدیوں تک اسلام کے لئے سدراہ بن جائے گی۔ ع

یک لحظہ غافل بودم وصد سالہ راہم دور شد

> انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے
> مولانا عبداللہ عباس ندوی کے قلم سے
> ''ہوتا ہے شب وروز تماشا میرے آگے''
> افغانستان کی تباہی، بغداد کی تاراجی، عالم اسلام کی ذلت ورسوائی کے بعد اب شام کی باری ہے۔
> سیلاب گریہ در پئے دیوار ودر ہے آج

اداریہ

فقہی مسالک کا تنوع ایک نعمت ورحمت

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی

ہم شریعت اسلامی پر ذرا وسعت کے ساتھ نظر ڈالتے ہیں جو کہ قیامت تک چلنے والے دین کی شریعت ہے، اور اس کرۂ ارضی کے سارے علاقوں کے لئے ہے تو ہم کو ایسی حکمت نظر آتی ہے جس سے شریعت اسلامی کے شریعت الٰہی ہونے کا ایسا ثبوت ملتا ہے جیسے نصف النہار میں سورج کے وجود کا۔ حضور ﷺ نے دین کو آسان بتایا اور فرمایا: الدین یسر، اور یہ بھی فرمایا کہ اس کو سخت بنا کر کوئی اپنا زور دکھانے کی کوشش کرے گا تو ہار جائے گا، چنانچہ اعتدال کی اور آسان بات کو اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی ہے تاکہ دین پر عمل کرنے میں کسی کو دشواری نہ ہو، اگر یہ چیز نہ ہوتی تو ایک جگہ دین کے بعض احکام پر آسانی سے عمل ہوتا اور دوسری جگہ دشوار ہو جاتا، اور اس دین کے عالمی ہونے اور قیامت تک رہنے کی بات پر حرف آتا، حضور ﷺ نے دین کے جو احکام بتائے ہیں ان میں حسب ضرورت رعایتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، اور خود حضور ﷺ نے عمل کرنے میں بعض امور میں مختلف طرز اختیار فرمائے، اور کئی موقعوں پر صحابہؓ کے عمل میں اختلاف کو گوارہ فرمایا، گویا کہ بعض امور میں ان کے بعض اعتبارات کی بناء پر سہولت ورعایت کی گنجائش رکھ دی جس سے ضرورت کے لحاظ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہوا کہ حضور ﷺ کے بعض امور میں مختلف طرز اختیار کرنے یا مختلف حکم دینے کو مختلف صحابہؓ نے اپنے اپنے موقعوں پر الگ الگ دیکھا تو الگ الگ بیان بھی کیا، ایسی صورت میں بالکل شروع کے عہد میں ایسے احکام کے سلسلہ میں جو کسی طرح کا فرق محسوس کیا گیا تو ان کی تشریح وتعیین میں علماء کی رایوں میں بھی کچھ فرق ہوا، اس کے نتیجہ میں فقہی مذاہب متعدد بن گئے، لیکن سب کی اصل ایک ہے، اور ان سب کا مرجع خود حضور ﷺ کا کوئی ارشاد یا عمل ہے، حضور ﷺ کے کسی ارشاد یا عمل میں فرق یا ابہام کسی بھول چوک کا نتیجہ نہیں، اللہ کا نبی جو شریعت بیان کرنے والا ہے وہ بھول چوک میں کیسے مبتلا ہو سکتا ہے؟ اور جو شریعت قیامت تک کے لئے دی گئی ہے اس میں نقص کی گنجائش کیسے چھوڑی جا سکتی ہے؟ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ورحمت ہے، ہمیں بعض مذاہب فقہیہ میں پانی کی طہارت میں شدت ملتی ہے اور بعض میں رعایت ملتی ہے، اس میں اگر ایک ہی پیمانہ کو قطعی کر دیا گیا ہوتا تو جن علاقوں میں پانی کی شدید کمی ہے وہ سخت دشواری میں پڑتے اگر ان کے لئے پانی کے طاہر ہونے کی شدت لازمی کر دی گئی ہوتی، اور جہاں پانی کی بہتات ہے وہاں اس کے طاہر ہونے میں بہت رعایت ایک غیر ضروری بات ہوتی، اسی طرح سمندر کے کنارے رہنے والوں کے لئے اگر پانی کے صرف بہت محدود نوع کے پانی کے جانور ہی متعین کر دیئے جاتے تو ان کو دشواری ہوتی جو کہ سمندر و پانی کے مراکز سے دور کے علاقوں کے لئے نہیں ہوتی جہاں اس سہولت کا نہ تقاضہ ہے اور نہ ضرورت۔ احکام میں اس طرح کا تنوع وتوسع جو مختلف روایات یا مختلف صحابہ کے مختلف عمل سے ملتا ہے اور اس سے بظاہر اختلاف سامنے آتا ہے دراصل اسلام کی طرف سے ضرورت انسانی کی رعایت اور ہر علاقہ کے لئے اس کی موزونیت ہے، جو ہم کو اس اختلاف میں ملتی ہے جو احکام کے استنباط میں مختلف مذاہب کے فقہاء کے یہاں پایا جاتا ہے، اور ان سب کی مرجعیت حضور ﷺ سے ملتی ہے جو آپ کے عمل اور حکم یا اسی سے مستنبط ہے، اور مصدر اول کے ایک ہونے کی بناء پر یہ سب تنوع اپنی اپنی جگہ پر حق ہے، اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی

طرف سے رعایت اور نعمت ہے۔ جب مسلک کامل دیانت وامانت کے ساتھ قرآن وحدیث سے اخذ کیا گیا ہو، اور اخذ کرنے والا علم وتحقیق کے لحاظ سے بھی، اور تقویٰ وللّٰہیت کے اعتبار سے بھی ثقہ ہو تو اس کے عمل کو گمراہی کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ زیادہ سے زیادہ اجتہادی خطا سمجھی جاسکتی ہے اور اس پر بھی عنداللہ اجر ہے، اس تنوع کو افتراق کا باعث نہ ہونا چاہئے، اور صرف اپنے کو اہل حق اور دوسرے کو ضال قرار نہ دینا چاہئے، یہ بات بہت خیال رکھنے کی ہے، قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے تقریباً اسی طرح کے افتراق اور اپنے سے مختلف کو ایذا پہونچانے پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے، اور مسلمانوں کو وحدت اور اسلامی اخوت کی پوری تاکید کی گئی ہے۔

اہل سنت کے معروف ومتداول مذاہب فقہیہ سب حق پر ہیں، خواہ وہ حنفی ہوں، خواہ شافعی اور خواہ حنبلی ہوں یا مالکی، خواہ حنبلی فقہ کے ذیلی فقہ کے ہوں جیسے سلفی، لیکن ان مختلف فقہوں کے ماننے والے مسلکی تعصب میں بعض وقت آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف میں شدت بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جیسے کہ مسئلہ اسلام اور کفر کے درمیان کا ہو، یہ بات بعض وقت بہت افسوس ناک صورت اختیار کر جاتی ہے، اس ٹکراؤ سے یہ امت واحدہ امت واحدہ نہیں رہ جاتی، جب کہ ہر مسلک والا اپنے کو اصل مسلمان اور دوسرے کو گمراہ سمجھتا ہے، اور بعض وقت یہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے نماز تک نہیں پڑھتے، حالانکہ قرآن مجید میں اور حدیث شریف میں صاف صاف اشارے آئے ہیں اور تاکیدیں آئی ہیں کہ آپس میں متفرق نہ ہو، امت واحدہ بن جاؤ، قرآن مجید میں آیا ہے ﴿إن هذه أمتكم أمة واحدة و أنا ربكم فاعبدون﴾ (الأنبياء: ۹۲) اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ عقیدہ بتایا گیا ہے کہ ﴿لا نفرق بين أحد من رسله﴾ (البقرة: ۲۸۵) حالانکہ ان کی شریعتوں کے احکام میں فرق رہا ہے، اور مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنکر رہنے کا حکم دیا گیا ہے، بھائی بھائی میں جس طرح معمولی چیزوں میں اختلاف ہوتا ہے لیکن ان کے بھائی ہونے میں فرق نہیں پڑتا اسی طرح قرآن وحدیث سے ایمان واخلاص کی صفت کے ساتھ تحقیق کا عمل اختیار کرنے والے کا اجتہاد حق کے مطابق تسلیم کیا جائے گا، اور اس کے ساتھ معاملہ احترام ولحاظ کا کیا جائے گا، خواہ حقیقت کے لحاظ سے اس میں کوئی اجتہادی غلطی ہوئی ہو، ہمارے اسلاف نے اسی کی پابندی کی ہے، اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے تھے: **"مجھے اس سے خوشی نہ ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں کوئی اختلاف نہیں رہا، اس لئے کہ اگر وہ کسی امر میں متفق ہوجاتے، پھر ایک شخص آتا اور صحابہ کے قول کی خلاف ورزی کرتا تو وہ گمراہ ہوجاتا، لیکن جب صحابہ میں اختلاف رہا ہے، ایک آدمی ایک قول کو اختیار کرتا ہے دوسرا دوسرے قول کو اپناتا ہے اس میں بڑی گنجائش ہے۔"**

ہم کو اپنے لائق اقتداء اسلاف کے آپس میں اختلاف کرنے اور اپنی اپنی رائے پر جم کر بات کرنے کے باوجود آپس میں محبت کے ساتھ رہنے اور معاملہ کرنے کی خاصی مثالیں ملتی ہیں، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر اصحاب مذہب اور فقہاء ومجتہدین کے حالات دیکھئے تو وہ آپس میں اسی رواداری پر عامل رہے ہیں، ضرورت ہے کہ اسی طرز کو قائم رکھا جائے ورنہ ہر مذہب اپنے کو اصل حق پر سمجھے گا اور دوسرے کے مسلک کو گمراہی کے مساوی سمجھے گا، اور اس طرح دین اسلام ایک چھوٹے سے مسلک میں محدود ہو کر رہ جائے گا، جو کسی طرح خاتم الانبیاء کی تا قیامت رہنے والی اس عظیم امت کے لئے موزوں نہیں ہے، دین کی بنیادوں پر متفق ہونے کے ساتھ فروعی اور استحبابی امور میں اختلاف آپس میں دشمنی اور بدخواہی کی وجہ نہیں بننا چاہئے، اس کو سارے محقق، سارے علماء اسلاف نے تسلیم کیا ہے، بلکہ اس پر عمل کیا ہے۔

✿✿✿

تعلیم القرآن

اللّٰہ کا خوف

سیدہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو شاید کہ تم فلاح پاؤ۔

اس چھوٹی سی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی جامع بات فرمادی کہ اگر اس کی تشریح کی جائے یعنی کھول کر بیان کیا جائے تو صفحے کے صفحے بھر جائیں یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں محبت کا ذکر نہیں فرمایا، اگر یہ فرماتا کہ اللہ سے محبت کرو شاید کہ تم فلاح پاؤ تو یہ انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ محبت منجانب اللہ ہے محبت معمولی چیز نہیں، بہت اونچی چیز ہے، اس کا معیار بہت بلند ہے، یہ ہر ایک کو نہیں ہوتی ہاں ڈر فطرت انسانی ہے ہر شخص کے دل میں ڈر رہتا ہے خواہ کسی کا ہو، آپ لوگ اپنے اپنے دلوں کو ٹٹولیں تو اس میں کسی نہ کسی کا ڈر ضرور ملے گا اب اگر یہی ڈر اللہ کی طرف منتقل ہو جائے تو دنیا اور آخرت کی کامیابی یقینی اور بدیہی ہے دنیا کی کامیابی تو یہ ہے کہ اگر اللہ جل شانہ کا ڈر پیدا ہوگیا تو دنیا کا ڈر اس کے دل سے نکل جائیگا اور جب دنیا کا ڈر نکل گیا تو اب اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں، وہ بہت ہی اطمینان والی زندگی گزارے گا اور بہت ہی سکون اس کو حاصل ہو جائے گا اور یہ فکر ومصائب کی دنیا اس کے لئے جنت کا نمونہ بن جائیگی، پھر بھی ڈر اس کو ان تمام برائیوں سے بھی بچائے گا جو آخرت کی ہلاکت کا سبب اور دوزخ میں پہنچانے کا ذریعہ ہے، بس جب تمام برائیوں سے بچ گیا تو آخرت کی کامیابی میں شک نہیں۔

اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور شفیق ہیں وہ نہیں چاہتے کہ ہمارے بندے ہلاک اور برباد ہوں چنانچہ اس کی خاطر اس نے کتنے رسول بھیجے کہ وہ اس کے بندوں کو عذاب سے ڈرائیں، دوزخ کا خوف دلائیں اور جنت کا شوق اور رغبت پیدا کریں اور اس لئے اس نے اپنے رسولوں پر کلام پاک اور صحیفے اتارے پھر اس کلام پاک میں جگہ جگہ مختلف طریقوں سے مختلف پیرائے میں اپنے بندوں کو اچھی باتوں سے آگاہ فرمایا ہے اور ڈرایا دھمکایا ہے، کہیں ارشاد ہوا ہے۔ **واتقوا الله لعلكم تفلحون**، اللہ سے ڈرو شاید کہ تم فلاح پاؤ

کہیں فرماتا ہے **وایای فارهبون**، اور مجھ سے ڈرتے رہو۔

کہیں ارشاد فرماتا ہے کہ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو بیشک قیامت کا بھونچال بڑی سخت چیز ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے "اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے یعنی اس کو صرف رحیم ہی نہ سمجھو، جہاں وہ انتہائی رحیم ہے وہاں وہ زبردست قہار بھی ہے گناہوں کو معاف بھی کرتا ہے اور گناہوں کی سخت پکڑ بھی کرتا ہے اگر اس کو رحیم سمجھ کر بھروسہ کرو تو قہار سمجھ کر ڈرو بھی"۔

ایک جگہ خوش خبری دیتے ہوئے فرماتا ہے: جو "اپنے رب سے ڈرا اس کے لئے دو باغیں ہیں"۔

دوسری جگہ فرماتا ہے "بیشک نیک لوگ جنت کی نعمتوں میں ہوں گے۔ مسہریوں پر بیٹھے ہوں گے جنت کے عجائبات دیکھتے ہوں گے اے مخاطب! تو ان کے چہروں پر سرسبزی وشادابی محسوس کرے گا اور ان کے پینے کے لئے شراب سر بمہر ہو گی حرص کرنے والوں کو اس میں حرص کرنا چاہئے اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی اور وہ تسنیم جنت کا ایک چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ ہی پانی پیتے ہیں۔

ان آیتوں میں محبت کا اظہار اور چمکار کا پہلو ہے جیسے ماں باپ اپنی اولاد کو پہلے ڈراتے دھمکاتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ اس سے کام نہیں چلتا تو پھر پیار اور چمکار سے اس کو سمجھاتے ہیں اور اکثر یہ حربہ کارگر ہوتا ہے لیکن جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے ان پر کوئی حربہ بھی کارگر نہیں ہوتا اور بے خوفی کا بین ثبوت ہے، یہی بے خوفی اور بیا کی دنیا وآخرت کی ہلاکت کا سبب ہے اور اسی بے خوفی نے کتنوں میں فرعونیت پیدا کی اور کتنوں کو جہنم کی سزا کا مستحق بنادیا۔

ڈر کا ایک خاص اور اہم ترین فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ تعلق جوڑنے اور محبت بڑھانے کا پہلا زینہ ہے، وجہ یہ ہے کہ جب اللہ سے ڈرا جائے گا تو لازماً ہر گناہ کرتے وقت خوف کا غلبہ ہوگا اور اللہ کا دھیان آئے گا۔ پھر یہی دھیان اس سے تعلق پیدا کردے گا اور تعلق بڑھتے بڑھتے انس کی صورت اختیار کرلے گا پھر انس بڑھتے بڑھتے محبت میں تبدیل ہوجائے گا۔ اور جب محبت ہوگئی تو پھر نور علیٰ نور۔ اب تو یقیناً آخرت کی کامیابی میں شک نہیں، اس لئے کہ پہلے تو اللہ کے ڈر سے کام ہوتا تھا۔ محبت جو ہوگئی تو اس کی رضا وخوشی کی فکر ہوگئی اور یہ فکر ہر وقت رہنے لگی کہ کون سا کام کروں جس سے وہ خوش اور راضی ہو اگرچہ بہت سے کام آدمی ڈر سے ٹھیک ٹھیک انجام دیتا ہے لیکن پھر بھی ڈر اور محبت میں بڑا فرق ہے ڈر سے آدمی جبراً کام کرتا ہے کہ اگر نہ کریں گے تو نہ جانے کیا حشر ہوگا اور کیسی مصیبت نازل ہوگی مگر اتنے ڈر کے باوجود بھی بھول چوک ہو جاتی ہے اور قصداً بھی لوگ خطا کر جاتے ہیں لیکن محبت میں بھول چوک کہاں؟ وہ تو محبوب کی خوشی پر آمادہ کرتی ہے نئی نئی ترکیبیں

بھاتی ہیں اور محبّ ہر آن محبوب کی خوشی چاہنے میں کوشاں رہتا ہے اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہیکہ جو خوشی محبت کے کام سے ہوتی ہے وہ جبراً کام سے نہیں ہوتی۔ اس لئے میں اوپر عرض کر آئی ہوں کہ محبت کا درجہ ڈر سے بہت بلند ہے وہ ہر ایک کو نہیں ہوتی، اگر قسمت سے یہ چیز کسی کو حاصل ہو گئی تو ڈر تو صرف اس کو نجات دینے والا ہے اور دوزخ سے بچانے والا ہے لیکن محبت تو اس کو نہ جانے کہاں سے کہاں پہونچا دے گی۔ اور بہت اعلیٰ و ارفع مقام اس کو حاصل ہو جائیگا، آپ بھی غور کیجئے گا کہ اگر آپ سے کوئی محبت کرے گا تو لازماً آپ کو بھی اس سے محبت ہو جائے گی اور اس کی خوشی آپ کو مد نظر ہو گی اس کی خوشی کے لئے آپ اس کی انتہائی خاطر و مدارات کریں گی، پھر جتنی محبت بڑھتی جائیگی اتنی ہی خاطر و مدارات میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا پھر جو اللہ رب العالمین سے محبت کرے گا تو اس محبت کا انعام اس کو کیا ملے گا اس کے لئے بڑی تفصیل کی ضرورت ہے آخرت میں دیکھنے والے دیکھیں گے اور پانے والے پائیں گے یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ وہ انعام ان کو ملے گا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل میں اس کا تصور آ سکتا ہے پھر آخرت تو بعد کی بات ہے ان کو تو دنیا ہی میں اللہ سے قرب حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کے مقرب بندے بن جاتے ہیں اور ایسے مقرب کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرمائے اور جو وہ زبان سے کہہ دیں تو اللہ اس کو پورا کرے۔

ظاہر ہے کہ جب دنیاوی بادشاہوں کے مصاحب کو عروج حاصل ہو جاتا ہے تو پھر بادشاہوں کے بادشاہ اور شہنشاہ دو عالم کے مقرب بندوں کے عروج و کمال اور اعلیٰ مراتب کا کیا پوچھنا ان کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی عزت اور ایسی قدر و منزلت عطا ہوتی ہے کہ مصاحب تو مصاحب بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں۔

خیر قصہ مختصر، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں محبت کا ذکر نہیں فرمایا اسلئے کہ وہ ہر ایک کو نہیں ہوتی، ہاں دھیان کرتے کرتے اور حسنِ ظن رکھتے رکھتے پیدا ہو جاتی ہے لیکن انہیں کو جو اس کی فکر میں رہتے ہیں مگر ڈر تو انسان کے رگ رگ میں سمایا ہے اس کو کہیں مول لینے جانا نہیں ہے ہاں بس اتنی بات ہے کہ کوئی بندوں سے ڈرتا ہے اور کوئی معبود سے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہی فرمایا ہے کہ اللہ سے ڈرو یعنی تمام ڈر نکال کر صرف اللہ سے ڈرو۔ جب ہی تم کو دنیا و آخرت کی برائیوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا خوف اور ڈر ہر مسلمان کے لئے بہت ضروری اور اہم چیز ہے مگر افسوس ہے کہ اب ہم کو صرف ایک سبق یاد رہ گیا ہے کہ اللہ رحیم ہے وہ گناہوں کو معاف کرنے والا ہے دوسرا سبق بھول گئے، یا اس کی اہمیت نہیں رہی کہ اللہ زبردست قہار بھی ہے، جہاں گناہوں کو درگذر کرنے والا ہے وہاں گناہوں کی سخت پکڑ بھی کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے فرماتا ہے: آپ میرے بندوں کو خبر دے دیجئے کہ میں بخشش والا رحمت والا ہوں اور یہ بھی بتا دیجئے کہ میرا عذاب بھی بہت دردناک ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو دونوں پہلوؤں سے ہم کو خبردار کر دیا کہ میرے بندے دھوکہ میں نہ رہیں لیکن ہماری نگاہ صرف اسی پہلو پر ہے کہ اللہ رحیم ہے بس اسی خیال اور اسی بھروسہ نے ہمارے دلوں سے اللہ کا ڈر نکال دیا جسارت اور دلیری پیدا کر دی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی اطاعت میں کمی ہو گئی اس کے احکام ٹھکرائے جانے لگے اس کے حکموں کی خلاف ورزی ہونے لگی۔ اس کی یاد سے دل فراموش ہو گئے، اگر آج ہماری اور آپ کی نگاہ دونوں پہلوؤں پر ہو جائے تو یقیناً ہمارے اور آپ کے دل میں ویسا ہی ڈر پیدا ہو جائے جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے، اور پھر جب ڈر پیدا ہو جائے تو ناممکن ہے کہ ہم اس کے خلافِ مرضی کوئی کام کریں اور اگر غلطی سے کوئی برا کام ہو بھی جائے تو فوراً نادم ہو کر توبہ اور استغفار کر کے اپنے اللہ کو راضی کر لیں لیکن جب ڈر ہی نہیں تو پھر فکر ہی کس بات کی۔ کہا جا سکتا ہے کہ بھلا کوئی مسلمان ایسا بھی ہے جو اللہ سے نہ ڈرے، اور میں کہتی ہوں کہ سوائے خاص خاص مسلمانوں کے کوئی مسلمان بھی جیسا ڈرنا چاہئے نہیں ڈرتا۔

بھلا اللہ سے ڈرنے والا بیٹھے بیٹھے نمازیں کھو سکتا ہے؟ روزے قضاء کر سکتا ہے؟ جھوٹ بول سکتا ہے؟ جھوٹی قسم کھا سکتا ہے؟ گالی گلوج مار پیٹ کر سکتا ہے؟ اللہ سے ڈرنے والا ماں باپ کی نافرمانی کر سکتا ہے؟ بہن بھائی کے حقوق پامال کر سکتا ہے؟ اپنے مسلمان بھائی بہن کا گلا دبا سکتا ہے؟ اللہ سے ڈرنے والی عورت شوہر کی نافرمانی کر سکتی ہے؟ اللہ سے ڈرنے والا مرد بیوی کے حقوق پر پانی پھیر سکتا ہے؟ اللہ سے ڈرنے والا غیبت کر سکتا ہے؟ بہتان باندھ سکتا ہے؟ چغلی کھا سکتا ہے؟ چوری کر سکتا ہے؟ جوا کھیل سکتا ہے؟ شراب پی سکتا ہے؟

بتائیے اور انصاف سے بتائیے ٹھنڈے دل سے غور کر کے بتائیے کہ کتنے مسلمان ان عیبوں سے بری ہیں اور ان میں سے کتنے گناہ ایسے ہیں جن سے ہم اور آپ بری ہیں پھر دعویٰ ہے کہ ہم خدا سے ڈرتے ہیں یہ کیسا دعویٰ ہے کہ دن رات دلیری اور جسارت سے بے کھٹکے گناہ کئے جائیں اور زبان سے کہے جائیں کہ ہم ڈرتے ہیں یہ تو ڈر نہیں ہے ڈر تو یہ ہے کہ ہم اپنے کو جہاں تک ہو سکے گناہ سے بچائیں اور اگر غلطی سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو لرز جائیں اور جب تک اس خطا کی معافی نہ مانگ لیں اور اس کے بدلے میں کوئی نیکی نہ کر لیں چین سے نہ بیٹھیں مگر ایسا کہاں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک غیبت ہی کو لے لیجئے کہ اللہ تعالیٰ

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

تعلیم الحدیث

ملت کا اصل مرض

اور اس کے علاج کی ضرورت

مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

ایک مرتبہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کو خطاب کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ایک زمانہ وہ ہوگا کہ قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑینگی، جس طرح بھوکے پیالہ پر ٹوٹ پڑتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول کیا اس وقت ہماری تعداد بہت کم رہ جائیگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری تعداد بہت ہوگی لیکن تم سمندر کے جھاگ کی طرح ہو جاؤ گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دیگا، اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا، صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول کمزوری کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حب الدنیا وکراھیة الموت" دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد)

آج دنیا کی آبادی کا ہر پانچواں فرد مسلمان کہلاتا ہے، مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے بھی تجاوز کر گئی ہے ساٹھ کے قریب ملک مسلمانوں کے کہے جاتے ہیں، لیکن صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کتنی سچی ہے ان کی حیثیت سمندر کے جھاگ کی طرح ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں، پانی کی ایک لہر اس کو بہا لے جانے کے لئے کافی ہے، آج مسلمانوں کی صورتحال اس سے قطعاً مختلف نہیں، اس کے مختلف اسباب تلاش کئے جاتے ہیں، کوئی آپس کے افتراق و انتشار کو اس کا سبب قرار دیتا ہے، کوئی ظاہری اسباب و وسائل کی کمی کو اس کی وجہ گردانتا ہے، کسی نے سائنس و ٹکنالوجی کو بنیاد بنا رکھا ہے، کوئی معاشی بدحالی کو اس کی وجہ بتاتا ہے، اپنی بات پیش کرنے کے لئے مضامین بھی لکھے جا رہے ہیں، کتابیں بھی شائع ہو رہی ہیں، اور اس کے دلائل بھی دیئے جا رہے ہیں، بلاشبہ یہ سب چیزیں بھی اپنی اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں، اور کسی درجہ میں ان کی طرف توجہ بھی ضروری ہے، لیکن ان ہی چیزوں کو بنیاد سمجھ لینا اور ساری توجہ ان ہی پر صرف کر دینا حقیقت سے ناواقفیت اور بنیادی ضرورت سے صرف نظر کرنے کے مترادف ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ بخار اتارنے کی دوائیں دی جاتی رہیں لیکن اصل مرض کی تشخیص نہ ہو سکے نہ اس کا علاج کیا جائے، بلاشبہ تیز دواؤں سے بخار اتر سکتا ہے اور ٹمپریچر (Temperature) ڈاؤن (Down) ہو سکتا ہے، لیکن اصل مرض اگر موجود ہے تو اس کا کوئی بھروسہ نہیں کہ بخار دوبارہ آ جائے اور زیادہ خطرناک ثابت ہو۔

انسانیت کے سب سے بڑے نبض شناس اور صاحب اعجاز حکیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا حدیث میں ملت کے جن امراض کی تشخیص فرمائی ہے، ان میں ایک مرض دنیا کی محبت ہے اور دوسرے موت سے نفرت۔

آج ہم اپنے اندر جھانک کر دیکھتے ہیں، عمومی حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہی دو بنیادی اسباب ہمارے تنزل کے نظر آتے ہیں، دنیا کی محبت جس میں حب مال بھی ہے اور حب جاہ بھی اور دوسرے موت سے نفرت اور زیادہ دیر تک متاع دنیا سے لطف اندوز ہونے کی ہوس، یہ دو بیماریاں ہیں جو ہم کو گھن کی طرح لگ گئی ہیں اور دیمک کی طرح ہم کو چاٹتی چلی جا رہی ہیں، اور جس طرح ایک مضبوط اور تناور درخت کھڑا ہوا نظر آتا ہے لیکن اندر سے اس کو دیمک کھا چکی ہوتی ہے، اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا کہ اب گرا تب گرا، یہی حال ہمارا اور ہماری ملت کا ہے، یہ دونوں مرض روگ کی طرح ہم کو لگ گئے ہیں ہم میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کا کوئی بھروسہ نہیں کہ کہاں ان کی بولی لگ جائے، کس جگہ وہ ضمیر کا سودا کر لیں، یہ مال کی حد سے بڑھی ہوئی محبت، عیش و عشرت میں ڈوبی ہوئی زندگی، ہر طرح کی قربانی سے گریز اور زندگی کی ہوس، ناکامی کی طرف لے جانے والی وہ خصلتیں ہیں کہ جن کے بعد قوموں کا زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے، قومیں قربانی سے جیتی ہیں، جب تک جان و مال کی وہ محبت دل سے نہ نکل جائے جس نے افراد و جماعت کو جکڑ رکھا ہے، اس وقت تک ترقی ممکن نہیں، اسلام رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا، دنیا کو اللہ نے آخرت کی کھیتی بنایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ "قل متاع الدنيا قليل" دنیا کا یہ مال و متاع کم ہے اور بے حیثیت ہے اس کو اسی اپنے حدود تک ہی رہنا چاہئے۔

آپ پوری امت کی تاریخ دیکھ جایئے امت کے ادبار و ہلاکت کے پس پردہ آپ کو یہی دونوں چیزیں نظر آئیں گی، سلطنت عباسیہ کا زوال کیوں ہوا، اندلس اسپین کیوں بن گیا، خلافت عثمانیہ کے سقوط کے اسباب کیا تھے؟ ان سب کے پیچھے آپ کو یہی حقیقت کارفرما نظر آئیگی، اندلس کے مسلمانوں کی عیش پسندی اس درجہ پہونچ چکی تھی کہ بعض بعض مرتبہ عید کے دن اس شاہانہ انداز سے جلوس عیدگاہ کی طرف چلا کہ وہاں پہونچتے پہونچتے عصر کا وقت ہو گیا اور ساری نمازیں قضا کر دی گئیں، یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن کو جھٹلایا

بقیہ: صفحہ ۲۸ پر

فکر ونظر

سامراجیت کے خلاف علماء کا کردار

مولانا سید واضح رشید ندوی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد وعلى اله وصحبه أجمعين وبعد:

اسلام نے انسانی ذہن میں اپنی تعلیمات کے ذریعہ جو تبدیلی پیدا کی، وہ آزادی کا تصور ہے، جو مسلمان کی زندگی کے ہر شعبہ میں ظاہر ہوتا ہے، یہ آزادی اس معنی میں نہیں جس معنی میں مغربی مفکرین کے یہاں پائی جاتی ہے، جو ناقابل عمل ہونے کی وجہ سے صرف دینی واخلاقی قدروں سے آزادی میں محصور ہو کر رہ گئی ہے، اسلام میں آزادی کا تصور خدائے واحد کی مطلق غلامی سے مربوط ہے اور خدائے واحد کی جو مصرف عالم ہے غلامی اختیار کرنے کے بعد انسان دوسری ساری غلامیوں سے آزاد ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ زندگی، جاہ وشرف، مال وثروت کی بھی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اپنی خواہش کو خدا کی مرضی کے تابع بنا دیتا ہے، سب سے زیادہ قیمتی چیز جان ہے وہ اپنی جان کو خدا کی دی ہوئی ایک امانت سمجھتا ہے، اس لئے کہ وہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے اور خدا کی راہ میں جان دینے کو اپنے لئے سب سے بڑا شرف اور سعادت سمجھتا ہے۔

نیک مقصد کے لئے جان دینے پر بڑے اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، اس میں "لتكون كلمة الله هي العليا" اور "في سبيل الله" کو جو درجہ حاصل ہے وہ تو مشہور ومعروف ہے لیکن جو اپنی حفاظت میں اپنے گھر کی حفاظت میں جس میں ملک کی حفاظت بھی ہے جان دیتا ہے وہ شہید کا رتبہ حاصل کرتا ہے۔ ترمذی کی روایت ہے:

"عن سعيد بن زيد قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهو شهيد" فتح اسلامی اور سامراج دو متضاد چیزیں ہیں۔

فتح اسلامی انسان کو غلامی سے آزادی دلانے کے لئے ہے، جیسے حضرت ربعی بن عامر نے رستم کے سامنے فرمایا تھا۔

"الله ابتعثنا لنخرج العباد من عبادة العباد إلى عبادة الله وحده، ومن جور الأديان إلى عدل الاسلام"

یہ دونوں شکلیں اسلام سے پہلے پائی جاتی تھیں، مذہبی سامراج اور عسکری سامراج صرف مغلوب اور مقہور اور مظلوم ہوتا ہے۔ اسلام نے مذہب اور سیاست اور اقتصادیات اور سماجیات اور انسان کے شرف وعزت کی حفاظت کی ہے اور مساوات پیدا کرنے پر زور دیا ہے، ناحق قتل نفس کو قرآن وحدیث میں سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے بلکہ ایک نفس کے قتل کو پوری قوم کے قتل کے مساوی قرار دیا ہے اور اس کے لئے سخت اصول وضوابط مقرر کئے گئے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے طویل مدت تک کم تعداد میں ہونے کے باوجود حکومت کی اور کسی بڑی بغاوت کا ان کو سامنا نہیں کرنا پڑا، اس لئے کہ انہوں نے ہندوستان کو علمی تمدنی اخلاقی لحاظ سے اعلیٰ تصور حیات عطا کیا ہندوستان کو ایک متحدہ ملک کی حیثیت دی، اس کی سرحدوں کی حفاظت کی سماجی ظلم سے اس کو نجات دلائی مذہب کے نام پر بھی غلامی کے تصور کو ختم کیا، جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

آخری عہد میں جب اسلامی تعلیمات پر عمل کمزور ہو گیا تو اس طرح کے چیلنج مسلمانوں کے سامنے آئے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا عہد اس کی مثال ہے، اس قوت کا معاشرہ اعلیٰ سیاسی سطح کا ہو یا عوامی سطح کا، علماء کی سطح کا ہو یا جہلاء کی سطح کا اس پر سے اسلام کی گرفت کمزور پڑ گئی تھی، اور اس میں غلامی کی شکلیں اور استحصال کی وجوہ پیدا ہو گئی تھیں، عدل وانصاف کا معیار باقی نہیں تھا، اس لئے اندرونی اور بیرونی خطرات پیش آئے اور آخر کار وہ نظام ٹوٹ گیا، جو اپنے مقصد سے منحرف ہو گیا تھا،

اس عہد کے علماء نے اس انحراف کا بھی مقابلہ کیا، اور سیاسی عسکری خطرات کا بھی مقابلہ کیا اور یہ ان کی مذہبی ذمہ داری تھی انہوں نے اسلامی حکومت کو بچانے کی کوشش کی جس نے متحدہ ہندوستان اور متحدہ سماج کا تصور دیا، عدل وانصاف قائم کیا، مساوات اور برادری کا تصور عام کیا، علم وتمدن کے مراکز قائم کئے اس کے بعد جب باہری قوت نے حملہ کیا تو انہوں نے دوسرے طبقات کے مقابلہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ملک کی آزادی کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کیں، اس کو خود انگریز مؤرخین تسلیم کرتے ہیں، خاص طور پر حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے وابستہ علماء اور غیر علماء نے آزادی کی اس تحریک میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ لیا، اسی لئے سب سے زیادہ انتقامی کاروائیوں کا ان کو ہی سامنا کرنا پڑا، اس کی تفصیلات خود انگریز مؤرخوں کی تحریروں میں ملتی ہے، اور اس کی سب سے بڑی مثال نئے حکمرانوں کا رویہ ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف عام طور پر اور علماء دین کے خلاف خاص طور پر اپنایا، انہوں نے صرف ان کو بے دخل کرنے کی کوششیں ہی نہیں بلکہ ایسی تاریخ مرتب کی جس میں وہ ملک دشمن اور تہذیب دشمن ثابت ہوں۔

آزادی کی یہ تحریک جس کا سب سے زیادہ مظاہرہ ۱۸۵۷ء میں ہوا اور اس میں مسلمانوں نے ہی قیادت کی، بعد میں انھیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا، کچھ عرصہ کے لئے تعلیم وتربیت اور ذہنی غلامی سے حفاظت کے میدان میں منتقل ہو گئی جس کی وجہ سے یہ سارے تعلیمی وتربیتی ادارے نظر آرہے ہیں، جن کی وجہ سے سامراج کے زمانہ میں ذہنوں کی تبدیلی، یہ وہ تصور حیات وممات ہے، جو دوسرے ادیان میں نہیں ہے اس کی وجہ سے مسلمان کی زندگی حیات کے اعتبار سے اور ممات کے اعتبار سے مثالی زندگی ہے اور یہی متوازن تصور مسلمانوں کے دنیا کے نظاموں اور طاقتوں پر غلبہ کا سبب ہے، اور جب یہ متوازن تصور حیات وممات یعنی دونوں مالک حقیقی کے حکم اور مرضی کے مطابق ہوں غالب آئے گا مسلمانوں کو دنیا میں غلبہ حاصل ہوگا اور ان لوگوں کو طاقت کے سامنے جھکا نہ سکے گی، شاعر کہتا ہے۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زندگی گزارنے اور جان دینے کے جو اعلیٰ نمونے مسلمانوں کی تاریخ میں ملتے ہیں وہ دوسری قوموں کی تاریخوں میں نہیں ملتے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں یہ اعلیٰ توازن بہت نمایاں نظر آتا ہے۔

بہتر زندگی، اور بہتر موت مسلمان کا اس لحاظ سے شعار ہے، وہ فاتح عالم بھی ہے، اور معلم عالم بھی، وہ تمدن کا مؤسس اور بانی بھی ہے اور وہ حریت فکر اور بحث وتحقیق، مساوات اور انسانی قدروں کو فروغ دینے والا بھی۔

وہ انسان کی غلامی کو سب سے بڑی لعنت سمجھتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ جو انہوں نے والی مصر حضرت عمرو ابن العاص کے صاحبزادے کے قصہ میں کہا تھا اس تصور کی سب سے اعلیٰ مثال ہے، انہوں نے کہا "تم نے ان کو کب سے غلام بنا لیا جب کہ ان کو ان کی ماؤں نے آزاد پیدا کیا تھا۔"

اس لئے انسان کی غلامی کا مسلمان سب سے بڑا دشمن اور اس کے مقابلہ میں سب سے زیادہ پیش پیش نظر آتا ہے، مسلمانوں میں حریت فکر اور جوش عمل اور ملک کی خدمت کا جذبہ پایا جاتا ہے، اور وہ آزمائش کے وقت قربانی دینے میں دوسروں سے آگے رہتے ہیں، غلامی ذہنی ہو یا سیاسی وعسکری دونوں قوم کے تشخص کو ختم کر دیتے ہیں اور دونوں سے آزادی حاصل کرنا قیادت کے لئے ضروری ہے۔

خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد عالم اسلام پر سامراج نے جب قبضہ کرنے کی کوشش کی، تو سب سے بڑی تحریک ہندوستان سے شروع ہوئی جو دراصل سارے عالم کی آزادی کی تحریک بنی، خود ہندوستان ہی کی تحریک آزادی کو بھی اس تحریک خلافت سے روح ملی۔

ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں علماء کی اکثریت شریک ہوئی، اور وہ دار العلوم دیوبند اور اس کے علماء ومدرسین جن کو آج کل مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے، اس تحریک میں دوسرے طبقوں سے زیادہ نمایاں تھے۔ اس شرکت اور قربانی کا آزادی کے بعد انہوں نے کوئی صلہ قبول نہیں لیا، ان میں سے متعدد کو حکومت کی طرف سے اعزازات کی پیش کش ہوئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے معذرت کی، جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہما اللہ کے نام مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔

انگریزوں سے نفرت اور سامراج سے عداوت علماء کی نفسیات میں شامل ہے۔

مسلمانوں کے اس عظیم اور روشن تاریخی کردار کو مؤرخین نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان لوگوں کا نام لینے سے بھی گریز کرتے ہیں جو علماء کے طبقہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے مگر مسلمان ہونے کے ناطے وطن اور انسان کی آزادی کے لئے تحریک میں شریک ہوئے اور جانیں دی۔

قرآن مجید..........ایک معجزہ

مولانا عبداللہ عباس ندوی کی زیر تصنیف کتاب کا ایک غیر مطبوعہ باب

قرآن کریم کی بلاغت اور اس کا حسن بیان اور اسلوب کا ناقابل تقلید جمال وجلال سب سے بڑا معجزہ قرار دیا گیا ہے، اس کے علاوہ قرآنی پیشین گوئیاں اور ماضی کے قصے اور واقعات بیان کرنا بھی معجزہ ہے، قرآن نے ماضی اور مستقبل دونوں میں پیش آنے والے حالات کی صحیح تصویر بندوں کو دکھادی، اور جہاں تک ''حال'' کا تعلق ہے اس سے پورا قرآن بھرا ہوا ہے، اور تینوں زمانے قرآن کریم کی نگاہ میں یکساں ہیں اگر چہ بعض معترضین نے جن میں خود معتزلہ بھی ہیں یہ کہتے ہیں کہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات جب سامنے آگئے تو معجزہ بنے لیکن اس کے پیش آنے سے پہلے ان کو معجزہ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے ہاں ان کو قرآن کی عظمت ظاہر کرنے کا ایک ذریعہ کہہ سکتے ہیں، واضح رہے کہ قرآن نے پیش آنے والے واقعات کو جو پہلے کسی زمانے میں پیش آچکے، ان کو غیب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ بہر حال غیب کا علم از روئے قرآن معجزہ ہے۔

ذیل میں معجزۂ قرآن کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے جن کو ہر شخص ہر زمانہ میں سمجھ سکتا ہے، اور یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔

۱۔ ہر شخص اتنا تو جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، آپ نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، کسی مدرسے میں داخل نہیں ہوئے تھے، اور نہ کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا، لیکن آپ پر جو کتاب نازل کی گئی اس میں ان لوگوں کے واقعات ہیں جو نہ آپ نے دیکھے تھے اور نہ سنے تھے قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا:۔

ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك وما كنت لديهم اذأجمعوا أمرهم وهم يمكرون۔(یوسف ۱۰)

(اے محمدؐ) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم وحی کے ذریعہ آپ کو بتلاتے ہیں (اور) آپ ان (برادران یوسف) کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جب کہ انھوں نے اپنا پختہ ارادہ کرلیا تھا اور وہ تدبیریں کررہے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے پیغمبر سے جو سلوک کیا یہ قصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:۔

تلك من انباء الغيب نوحيه اليك وماكنت تعلمها أنت ولا قومك من قبل هذا فاصبر ان العاقبة للمتقين۔(هود۔۴۹)

یہ قصہ منجملہ اخبار غیب کے ہے، جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں اس کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔ پس صبر کیجئے انجام کار کی خوبیاں صرف پرہیز گاروں کے لئے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں متعدد سورتوں میں بیان کیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا ہے:۔

وماكنت بجانب الغربی اذقضينا الی موسیٰ الأمر وما كنت من الشاهدين۔(القصص۔۴۴)

اور آپ (طور کی) مغربی جانب میں موجود نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو احکام دیئے اور (وہاں خاص تو کیا موجود ہوتے) آپ (تو) ان لوگوں میں سے (بھی) نہ تھے جو (اس زمانہ میں) موجود تھے۔

اس معجزہ کو ہر زمانہ میں اور ہر جگہ کے لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں پچھلی قوموں کے جو واقعات بیان کئے ہیں وہ آپ کی زبان سے اس طرح بیان کرائے گئے جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں، اور جن لوگوں کا مطالعہ وسیع ہے اور جنھوں نے تورات وانجیل میں یہ واقعات پڑھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ آسمانی کتابوں میں، جو تحریف شدہ ہیں، اور جن میں تفسیری اقوال اصل متن سے مل گئے ہیں ان میں یہ واقعات ایک طولانی کہانیوں کی طرح بیان کئے گئے ہیں۔ اور ایسی تفصیلات میں جن کی کوئی ضرورت نہ تھی جن میں نہ عبرت کا سامان ہے اور نہ اللہ کی سنت تکوینی کا بیان ہے، اور نہ دعوت کی روح ہے، اور قرآن کریم میں ان واقعات کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ایک لفظ ضرورت سے زیادہ نہیں ہے، اور واقعہ کی تصویر اپنی جگہ قائم ہے اور ان قصوں میں عبرت کا سامان ہے، پیغمبر وقت کی دعوت سے منھ موڑنے والوں کے انجام کا ذکر ہے، تاکہ لوگ ان کے طریق کار کا اعادہ نہ کریں، قرآن کریم نے اس حقیقت کو معجزہ قرار دیا ہے۔(۱)

اسی طرح قرآن کی پیشین گوئیاں ہیں، جو حرف بحرف ثابت ہوئیں:۔

الم،غلبت الروم فی أدنی الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون فی بضع سنين۔(الروم۔۱)

اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب

ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب (تین سال سے لے کر نو سال کے اندر) غالب آجائیں گے۔ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ اس آیت کے نزول سے ٹھیک ساتویں سال روم اہل فارس پر غالب آگئے۔

لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق،لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله آمنين محلقين رؤوسكم ومقصرين لا تخافون۔(الفتح ۔۴۴)

بے شک اللہ تعالی نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا، جو مطابق واقعہ کے ہے، کہ تم لوگ مسجد حرام (یعنی مکہ) میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے امن وامان کے ساتھ، تم میں کوئی سر مونڈتا ہوگا اور کوئی بال کترواتا ہوگا تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا۔

فتح مکہ کے روز یہ پیشین گوئی حرف بحرف صادق آئی اب کوئی اسلام کا بڑا سے بڑا معاند اور سخت سے سخت دشمن بھی ہو تو وہ اس کا انکار نہیں کرسکتا، قرآن کریم کا یہ معجزہ ہر زمانہ کے لئے اور ہر خطہ میں رہنے والے کے لئے قابل مشاہدہ ہے۔

ماضی کے واقعات کا ایک امی کے زبان سے ادا ہونا ایسا معجزہ ہے، جس کا ترجمہ پڑھ کر بھی ہر انسان عقلاً مجبور ہو کر اس کو معجزہ مانے، معجزہ کے علاوہ کسی اور لفظ سے اس کا تعارف نہیں کرایا جاسکتا۔ اسی طرح قرآن کی دوسری پیشین گوئیاں جو کہ آخرت سے متعلق ہیں، وہ بھی حرف بحرف صادق آئیں گی۔

(۳) نفسیات انسانی کا مکمل جائزہ اور اس کی اندرونی کیفیات کا ذکر مثلاً ارشاد ہے:۔

ان الانسان لحب الخير لشديد (العاديات ۴)

انسان مال کی بے پناہ محبت اپنے اندر رکھتا ہے۔

اس آیت میں لفظ ''خیر'' کا مفہوم مختصراً مال لیا ہے یوں اس لفظ میں عیش وآسودگی کے تمام ذرائع داخل ہیں خواہ دولت ووجاہت کی شکل میں ہوں یا عیش وعشرت کے مسائل ہوں یہ دنیا میں آج ہی نہیں بلکہ ابتدائے آفرینش سے آپس کے جھگڑے اور فتنہ وفساد کی بنیاد رہا ہے کہ ہر شخص رسائل عیش پر قبضہ چاہتا ہے، اس ازلی وابدی انسانی سرشت کی نقاب کشائی ایک امی کی زبان سے معجزہ ہے، جس کو اس مختصر اور سادہ انداز بیان میں اس سے پہلے کسی حکیم، دانا، ماہر علوم ساویہ نے نہیں کیا اور جو بات علم النفس کے ماہرین آج کئی جلدوں میں لکھ کر شائع نہ کرسکے وہ دو بول میں قرآن نے بتادیا۔

یہ آیت جس کا اوپر ذکر ہوا کہ انسان مال کی محبت میں دیوانہ ہوتا ہے تو اس میں لفظ قرآنی لفظ ہے، ''شدید'' کا، یعنی اس کے اندر وسائل راحت کی طلب بہت سخت ہوتی ہے، یہ آیت جس سورہ کا جزء ہے وہ چھوٹی سی سورۃ ''والعادیات'' ہے اس کے اندر انسان کو شرم دلائی گئی ہے کہ تم اپنے خالق اور پروردگار کے اس درجہ بھی شکر گذار نہیں ہو جس قدر کہ ایک گھوڑا اپنے پرورش کرنے والے کا وفادار ہوتا ہے، حالانکہ وہ گھوڑے کا مالک اس کا خالق نہیں ہوتا، گھوڑے کو جو چارہ دیا جاتا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے زمین سے اگتا ہے، مگر صرف اتنی سی بات کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرتا ہے، چارہ اس کے سامنے لاکر رکھ دیتا ہے، اس کی پیٹھ ملتا ہے، اس کے لئے پانی فراہم کرتا ہے، اسی بناء پر ایک گھوڑا اپنے مالک کا اس درجہ فرمانبردار ہوتا ہے کہ اس کو دوڑایئے تو ہانپتا ہوا دوڑتا رہے گا، یا پتھریلی زمین پر لے جایئے تو چلا جائے گا، خواہ اس کے نعل پتھر سے لگ کر آگ (چقماق) دینے لگے، اور دشمنوں کے مجمع میں گھس جائے، اور جہاں تلواریں چل رہی ہیں، جنگ ہو رہی ہے، اس کے بیچوں بیچ آکر کھڑا ہو جاتا ہے، مگر انسان ہے جو خالق و رازق کا ناشکرا ہے، اور اس کو صرف اپنے وسائل وآسائش کی شدید طلب ہے، اور اس کو یہ پتہ نہیں کہ ایک وقت آئے گا جب وہ قبر سے اٹھایا جائے گا اور اس کے سارے اعمال، اس کی دلی کیفیات، سب کھل کر سامنے آجائے گی، اور اس روز اس کی حقیقت کو جاننے والا صرف خدا ہوگا آپ یہ پوری سورۃ (سورۃ العادیات) پڑھئے جس سے قرآن کریم کی معجزہ بیانی آشکارا ہو جائے گی کہ نفسیات انسانی کا اتنا گہرا مطالعہ اور اس کی طبعی کیفیات کا اس درجہ جچا تلا جائزہ کس کے بس میں تھا، جو بیان کر سکے! صرف خدائی کلام کے اندر آپ اس معجزہ کو دیکھ سکتے ہیں جو آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے ایک امی کی زبان سے خالق دو جہاں نے کہلایا۔

آپ یہ پوری سورۃ (سورۃ العادیات) پڑھئے جس سے قرآن کریم کی معجزہ بیانی آشکارا ہو جائے گی کہ نفسیات انسانی کا اتنا گہرا مطالعہ اور اس کی طبعی کیفیات کا اس درجہ جچا تلا جائزہ کس کے بس میں تھا، جو بیان کر سکے! صرف خدائی کلام کے اندر آپ اس معجزہ کو دیکھ سکتے ہیں جو آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے ایک امی کی زبان سے خالق دو جہاں نے کہلایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

"والعاديات ضبحا، فالموريات قدحا، فالمغيرات صبحا،فاثرن به نقعا، فوسطن به جمعا،ان الانسان لربه لكنود،وانه

علی ذلک لشھید وانہ لحب الخیر لشدید، أفلا یعلم اذا بعثر مافی القبور، وحصل مافی الصدور، ان ربھم بھم یومئذ لخبیر۔(سورۃ العادیات)

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں، پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں، پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج کرتے ہیں، پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں، پھر اس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھستے ہیں، بے شک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے (کبھی اول وہلہ میں کبھی بعد تامل) اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، کیا اس کو اس وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں، اور آشکارا ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے، بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔

آپ نے دیکھا کہ یہ آیت جس میں کہا گیا ہے کہ گھوڑا میدان کارزار کے وسط میں آکر کھڑا ہو جاتا ہے، اور اس کے معاً بعد یہ فرمایا گیا کہ انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے، بظاہر دونوں باتیں بے جوڑ معلوم ہوتی ہیں کہ کہاں گھوڑے کا ذکر کہاں انسان کے ناشکرا ہونے کی بات، لیکن اس کی ایک ہلکی سی تفسیر سن کے آپ کے ذہن میں پورا نقشہ آ گیا ہوگا اور قرآن کریم کا معجزانہ طرز بیان ہر اردو داں بھی سمجھ سکتا ہے، یہی طرز بیان ''معجزہ'' ہے، جس کی مثال پیش کرنے سے عرب و عجم قاصر رہے اور اب تک قاصر ہیں۔

اور اسی طرح یہ آیت کریمہ:۔

أتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون (الشعراء ۱۲۸، ۱۲۹)

کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (کے طور پر عمارت) بناتے ہو جس کو محض فضول (بلا ضرورت) بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔

بتایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں کہاں بے ضرورت یادگاری عمارتیں تھیں؟ دولت مندوں کی عیاشیوں اور کھلنڈرے پن کی حرکتیں اس وقت کہاں تھیں؟ انسان کو جب مال مستی سوار ہوتی ہے تو کیا کیا کرتا ہے جیسے موجودہ دور کا نقشہ عجائبات ''اہرام'' و ''تاج محل'' دیکھنے والے اور زندگی کی حقیقت سے آشنا دردمند تصدیق کر سکتے ہیں۔

> کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (کے طور پر عمارت) بناتے ہو جس کو محض فضول (بلا ضرورت) بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔ بتایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں کہاں بے ضرورت یادگاری عمارتیں تھیں؟ دولت مندوں کی عیاشیوں اور کھلنڈرے پن کی حرکتیں اس وقت کہاں تھیں؟ انسان کو جب مال مستی سوار ہوتی ہے تو کیا کیا کرتا ہے جیسے موجودہ دور کا نقشہ عجائبات ''اہرام'' و ''تاج محل'' دیکھنے والے اور زندگی کی حقیقت سے آشنا دردمند تصدیق کر سکتے ہیں۔

۴۔ انسان طبعاً عجلت پسند اور کچے دل کا ہے، ذرا سی سہولت مل جائے تو اس پر مارے خوشی کے نشہ کی سی کیفیت چھا جاتی ہے اور ذرا سی تکلیف ہو تو گھبرا اٹھتا ہے، سردی ہو تو گرمی کی تمنا کرنے لگتا ہے، گرمی ہوتی ہے تو ٹھنڈک کا طالب ہوتا ہے، جتنا اس کو ملتا جاتا ہے اس سے زیادہ کی خواہش رکھتا ہے اور دوسروں کو اپنی عشرت میں شریک کرنا چاہتا ہے ان رجحانات کی تصویر اس آیت میں ہے۔

ان الانسان خلق ھلوعا واذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعا۔(المعارج۔ ۱۹، ۲۱)

انسان فطرتاً کچے دل کا پیدا ہوا ہے جب اس کو تکلیف پہونچتی ہے تو (ضرورت سے زیادہ) گھبرا اٹھتا ہے اور جب فارغ البالی ہوتی ہے تو (حد سے زیادہ) بخل کرنے لگتا ہے۔

۵۔ انسانی نفسیات اور اس کی کشمکش کو قرآن کریم نے جس طرح بیان کیا ہے وہ علم النفس کے بڑے سے بڑے ماہرین نہیں بتا سکتے، ایکسرے کی مشینوں سے ہڈیوں اور آنتوں کے باریک سے باریک اجزاء نظر آ جاتے ہیں، مگر فطرت کی تصویر کھینچنا کس کے بس میں ہے؟ آدمی مغرور ہے یا متواضع، اس کی خصلت و عادت کیا ہے، اس کے اندر کس درجہ تلون مزاجی ہے اگر اس کی منھ مانگی مراد مل جائے تو کس کس طرح اکڑتا ہے، اپنے کارنامے بیان کرتا ہے اپنی جد و جہد پر ناز کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ جو کچھ ہمارا اثاثہ ہے، دولت یا عزت ہے یہ سب میرے خون پسینہ کی کمائی ہے، عقل و ذہانت سے ہم نے حاصل کیا ہے، لیکن اگر مصیبت میں گرفتار ہو گیا، کسی حادثہ کا شکار ہو گیا تو بلبلانے لگتا ہے اور جزع فزع کرنے لگتا ہے، قسمت کو خراب بتاتا ہے، اور خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے، بزرگوں اور اہل اللہ سے التماس کرتا ہے کہ وہ دعا کریں اور پھر جیسے ہی مصیبت سے نجات پاتا ہے اس وقت بھول جاتا ہے کہ اس پر کبھی کوئی افتاد

پڑی تھی، اس حقیقت کو قرآن پاک نے انتہائی سادگی اور روز مرہ کی حقیقت کی طرح بیان کیا ہے۔ اس بیان میں قرآن پاک کا اعجازی پہلو صاف نظر آتا ہے کہ اس درجہ باریک بینی کے ساتھ فطرت انسانی کی نقاب کشائی وہی کر سکتا ہے جو فطرت کا خالق ہے، ارشاد ہوتا ہے:۔

لا یسئم الانسان من دعاء الخیر، وان مسہ الشر فیئوس قنوط، ولئن اذقناہ رحمۃ منا من بعد ضراء مستہ لیقولن ھذا لی وما اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنی، فلننبئن الذین کفروا بما عملوا، ولنذیقنھم من عذاب غلیظ واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونأبجانبہ واذا مسہ الشر فذو دعاء عریض۔ (حم سجدہ۔ ۴۹، ۵۱)

ترقی کی خواہش سے آدمی کا جی نہیں بھرتا اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو ناامید ہراساں ہو جاتا ہے، اور اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے، اور میں قیامت کو آنیوالا نہیں خیال کرتا اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہونچایا بھی گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہے سو ہم ان منکروں کو ان کے (یہ) سب کردار ضرور بتلا دیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے اور جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو ہم سے اور ہمارے احکام سے منھ موڑ لیتا ہے۔ اور کروٹ پھیر لیتا ہے، اور جب اس کو تکلیف پہونچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے۔

۶۔ زندگی سے انسان کا تعلق، انسانی خواہشات میں تدریجی ارتقاء اور انجام کار کی باریک بینی کی تصویر اس آیت میں ملتی ہے جس پر پوری کائنات کا نظام گردش کر رہا ہے۔

اعلموا انما الحیاۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد، کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما، وفی الآخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان وما الحیاۃ الدنیا الا متاع الغرور۔(الحدید۔ ۲۰)

تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات محض لہو ولعب اور (ایک ظاہری) زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال و اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے، جیسے مینھ (برستا) ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے، سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت (کی کیفیت یہ ہے کہ اس) میں عذاب شدید ہے، اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے، اور دنیوی زندگی محض دھوکے کا سبب ہے۔

ان آیات میں بلاغت، زور بیان اور آیات ربانی کا جاہ و جلال تو ایسا ہے، جس کو جاننے اور سمجھنے کے لئے برسہا برس کی عرق ریزی سے زبان پر قدرت رکھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں، لیکن صرف ترجمہ بھی سن کر اتنا تو اندازہ ہر شخص کر لے گا کہ یہ کسی امی کی بات نہیں ہو سکتی جو پوری حیات کا آئینہ دکھا دے کہ اے انسان تیری زندگی کا ابتدائی دور کھیل کود، بے مصرف اور بے مطلب تفریحات میں گذرتا ہے، جوانی آتی ہے تو فیشن کرنے اور اپنے آپ کو حسین و دیدہ زیب بنانے کی فکر ہوتی ہے، اور اپنی برادری کے نوجوانوں میں اپنے آپ کو زیادہ حسین، خوش مزاج، کامیاب دکھانے کی خواہش ہوتی ہے اور جب جوانی ختم ہو جاتی ہے تو پھر وجاہت اور مالداری اور اپنے افراد خاندان اور افراد کنبہ پر فخر کرنے کا زمانہ آتا ہے، ٹھیک اسی طرح جیسے بارش ہوئی لہلہاتے ہوئے پودوں نے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشا پھر آخر میں پتیاں زرد ہونے لگیں، ڈالیاں خشک ہو گئیں اور آخر میں ڈنٹھل رہ گیا، ایک پورے انسان کی زندگی کو اس خوبصورتی کے ساتھ اور اس سے زیادہ حسین پیرائے میں اور کم سے کم الفاظ میں کوئی دنیا کی زبان میں ادا کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔

لہلہاتے ہوئے پودوں کی طرح بچپن، پھول بن کر شگفتہ ہونے والی جوانی، اور ڈنٹھل کی شکل میں نمایاں ہونے والا بڑھاپا، اور انجام کار بھی وہی جو ایک کسان کا ہو سکتا ہے یا تو ناکامی اور حسرت، محنتوں کا برباد جانا، اور مستقبل کا خوف کہ کل کیا کھائیں گے، اسی طرح آخرت کا عذاب ہے اور دوسرا رخ یہ ہے کہ کھیتی کامیاب ہوگئی، پھل پھول سے دامن بھر گئے اور نگاہوں کے سامنے ہریالی دلوں کو لبھانے لگی یہ ہے مثال آخرت کی نعمتوں کی۔

انسانی زندگی کی ایک ایسی صاف و شفاف تصویر ابتداء سے لے کر انتہاء تک مثال بھی ایسی جیسے آفتاب کے سامنے آئینہ رکھ دیا جائے۔ بغیر عربی جانے ہوئے، بغیر اصول بلاغت سے واقفیت کے، صنائع و بدائع کی باریکیوں سے قطعاً بے بہرہ شخص بھی جب اس آیت کا سادہ ترجمہ سنتا ہے تو اس کی انسانی حس سر جھکا دیتی ہے اور ضمیر بشری سجدہ ریز ہو جاتا ہے کہ "ما ھذا قول البشر" یہ انسانی کلام نہیں ہے، شاید اسی لئے کفار عرب کے دانشوروں نے کہہ ڈالا "ان ھو الا سحر یوثر" یہ تو جادو ہے، جادو! جو دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لئے جاتا ہے۔

(۱) قرآن کریم میں جو قصے انبیائے سابقین علیہم السلام کے ذکر کئے گئے ہیں اور دوسری آسمانی کتابوں میں یہی قصے بیان کئے گئے ہیں دونوں میں جو فرق ہے اس کو مولانا عبدالماجد دریابادیؒ مفسر قرآن نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

میرا مطالعہ

میری بے زبان استانیاں

سیدہ امۃ العزیز صاحبہ
والدہ ماجدہ
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ہمشیرہ مخدومہ سیدہ امۃ العزیز صاحبہ کا زیر نظر مضمون دراصل ماہنامہ "رضوان" کے سلسلہ مضامین "میری بے زبان استانیاں" کی ایک کڑی ہے جس کے مطالعہ سے ایک عام قاری بھی آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ علمی خانوادے کس طرح اپنے افراد خاندان کی ذہنی وفکری تربیت کی فکر کرتے ہیں اور جس کی بنا پر علم وعمل کی کوثر و تسنیم رواں دواں رہتی اور یہ تسلسل قائم رہتا ہے ...... یہ فکرمندی اور جذبہ قابل قدر بھی ہے، قابل رشک بھی اور قابل تقلید بھی۔ یاد رہے کہ مخدومہ سیدہ امۃ العزیز حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی والدہ ماجدہ ہیں۔ (ا۔ش)

میں نے اپنی زندگی میں بہت سی کتابیں پڑھی ہیں، اور اب بھی پڑھتی رہتی ہوں، مجھ کو علمی مشغلوں سے دلچسپی بھی ہے، جی چاہتا ہے کہ ان کتابوں کا ذکر کروں جنھوں نے میری زندگی میں کوئی خاص تاثر پیدا کیا اور میری ان ساری بہنوں سے درخواست ہے کہ جن کو خدا نے علم کا شوق دیا ہے وہ بھی اس طرح کی چیزیں تحریر کریں خدا کرے یہ سلسلہ برابر جاری رہے۔

ابتدائی کتابیں

ابتداء حسب دستور دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا، میں نے اپنے عم محترم سید عزیز الرحمٰن صاحب سے کلام پاک ختم کیا اور اس کے بعد پہلی کتاب جو میں نے شروع کی وہ اپنے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب کی تصنیف کردہ "تعلیم الاسلام" اس کے بعد "نور الایمان" اور "اصلاح" تھیں، ان کتابوں نے میرے دل پر خاص اثر پیدا کیا ان سے مجھ کو مسائل اور اسلامی عقیدوں اور معاشرت کا علم ہوا، اور یہ زمانہ میرے ابتدائی شوق کا تھا پھر ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم کی تصنیفات "مرآۃ العروس، بنات النعش، توبۃ النصوح" دیکھیں، دلچسپی بہت لی، اس کے ساتھ ہی ساتھ اور کتابیں پڑھتی رہی، ان مذکورہ کتابوں کو مشغلہ وقت اور نصیحت آمیز سمجھ کر پڑھتی تھی، اور وقت مقررہ اور گلزار دبستاں اس کے بعد رقعات عالمگیری پھر فارسی کی پہلی دوسری پڑھتی رہی اسی اثناء میں میری شادی ہوگئی، اور خانہ داری کا بوجھ میرے سر پر پڑا، مگر کتب بینی کا شوق ترقی پر تھا، ایک لمحہ بے کار رہنا پسند نہ کرتی تھی، امور خانہ داری اور بچوں کی تربیت سے فراغت حاصل کرکے پھر کتاب لے بیٹھتی اکثر دو دو بجے رات تک مطالعہ میں مصروف رہتی تھی۔

تاریخی کتابیں

میرا یہ شوق دیکھ کر میرے خالو سید خلیل صاحب مرحوم نے اسوۂ صحابہؓ، اسوۂ حسنہ، اسوۂ صحابیات، بندگی، سیرت النبیؐ، سیرت عائشہؓ، موضح القرآن، تاریخ اسلام، رحمۃ للعالمین، الفاروق، الصدیق، منگا کردیں، صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین کا تذکرہ اور ان کے اوصاف وکمالات اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کے ذکر مبارک کا مطالعہ کرنے سے ان کے لئے جو عظمت وقعت میرے دل میں پیدا ہوئی وہ ہرگز کسی دوسری کتاب سے حاصل نہیں ہوسکتی ہے پھر میں نے صمصام الاسلام، گوہر مخزون جو میرے والد کے پھوپھا سید عبدالرزاق کلامی صاحب کی تصنیفات ہیں خریدیں، اور پڑھ کر بہت محظوظ ہوئی۔

دینی کتابیں

شوق ہونے کے سبب میری نظریں کتابوں کو تلاش کیا کرتی تھیں اور مل جاتی تھیں میری والدہ صاحبہ کے پاس میرے نانا مولانا سید ضیاء النبی صاحب مرحوم کی کتابیں موجود تھیں، ضیاء الایمان، مآثر الصالحین، مقاصد الصالحین، حکایات الصالحین اور مولانا اشرف علی صاحب کی بہشتی زیور وغیرہ دیکھتی رہی، اسی زمانہ میں علامہ راشد الخیری صاحب کی نئی تصنیفات کا بہت چرچا تھا، صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی، الزہراء بکثرت دیکھیں، ان کے علاوہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم کی آیامیٰ محصنت پھر نذر سجاد صاحبہ اور محمدی بیگم کی تصنیفات پڑھیں اور آجکل کے حالات پڑھ کر بہت عبرت حاصل کی اور اس کا بدانجام مجھے برابر سبق دیتا رہا۔

ادبی کتابیں

دیوان تقی، دیوان مومن، دیوان ذوق پر بھی سرسری نظر ڈالی مگر دلچسپی نہیں لی، والد صاحب مرحوم کی تصنیف کی ہوئی گل رعنا کئی بار دیکھی اور علامہ اقبال کی بانگ درا، شکوہ اور مولانا حالی مرحوم کی شکوۂ ہند اور مسدس حالی یہ ابتک پڑھتی ہوں اور ان کی تصنیفات کی داد دیتی ہوں ان کتابوں کے متواتر دیکھنے سے یہ اثر ہوا کہ مجھے بھی تصنیف کا از حد شوق پیدا ہوگیا چنانچہ مہتاب رسالت اور امہات المومنات لکھیں، ان کتابوں کی بہت ممنون ہوں جنھوں نے میری دنیا ودین کی رہنمائی کی، اللہ تعالیٰ ان کے مصنفین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی یہ باقیات الصالحات پڑھنے والوں کے لئے ہمیشہ مفید ثابت ہوتی رہیں۔ ✿✿✿

لمحۂ فکریہ

کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلماں بھی ایک

پروفیسر شفیق احمد خان ندوی
☆ شعبۂ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

اسلام کا لفظ ہی تین حروف س، ل، اور م (سلم) سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے سلامتی اور اس بات کی طرف اشارہ کہ اسلام کو بطور دین قبول کرنے والا انسان (مسلم) سلامتی سے سرفراز ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی سلامتی ورحمت سے سرفراز دیکھنا چاہتا ہے، رب کائنات کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے، اس کے بندوں کے تئیں سلامتی کا خواہاں رہتا ہے اور ہر کس وناکس کی خدمت میں السلام علیکم (آپ پر سلامتی ورحمت ہو) کا مژدۂ جانفزا پیش کرتا ہے، قرآن مجید میں وارد ہے "ادخلوا فی السلم کافۃ (البقرہ/۲۰۸)" (سلم یعنی اسلام میں پوری طرح داخل ہوجاؤ) ایمان کا اصل مادہ بھی أ م ن ہے، أمن جو مومن کے قلب وضمیر میں داخل ہوکر بندگان خدا کو امن و امان اور امانت داری کی طرف متوجہ کرتا ہے، فرمان رسالت ہے: "الدین الأمانۃ" (دین داری ایک ہی چیز کے دو نام ہیں) اور لا دین لمن لا عھد لہ "(وہ جو عہد وپیمان کا لحاظ نہ رکھے اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں) کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایمان اور اسلام کا تقاضہ امانت داری اور امن وسلامتی ہی ہے۔

اسلامی اتحاد، درحقیقت انسانی اتحاد کا دوسرا نام ہے، کیونکہ اللہ تمام جہانوں کا خالق ہے، ساری کائنات اسی کا کنبہ ہے، جس سے محبت اس کے خالق و مالک سے محبت کے مترادف ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوق اللہ کی زیر پرورش خاندان کے افراد ہیں ان میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہوگا جو اللہ کے اہل وعیال کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے گا، "الخلق کلھم عیال اللہ فاحبھم إلی اللہ أنفعھم لعیالہ" "اللہ کے رسول ﷺ صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں، قرآن کریم نے صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ "وما ارسلناك إلا رحمۃ للعالمین"، "مسلمان اپنی عبادتوں میں کم از کم پانچ بار اسی قادر مطلق کی تعریف کرتا ہے جو تمام انسانوں اور سارے جہانوں کا پالنہار ہے، "الحمد للہ رب العلمین" کے الفاظ کو بار بار دہراتا ہے اور بنی نوع انساں کے سارے افراد کو ایک ہی ماں باپ آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد تصور کرتے ہوئے بھائی چارے، سلامتی و امن اور انسانی یکجہتی واتحاد کی راہیں استوار کرتا ہے، خواجہ الطاف حسین حالیؔ کے لفظوں میں:

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

قرآن کریم کی چوتھی سورہ (سورہ نساء) کی پہلی آیت میں صرف مسلمانوں کو نہیں بلکہ تمام لوگوں کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے کہ اے انسانو! تم سب ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے ہو، رشتوں ناطوں کو توڑنے سے بچو" یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والأرحام"

رنگ ونسل اور زبانوں کے اختلاف اور زمین وآسمان کی بناوٹ بھی خالق کائنات کا کرشمہ ہے، ان کی بناء پر انسانوں کے درمیان بھید بھاؤ اور تفریق وتمیز مناسب نہیں، ۳۰ ویں سورہ، سورہ روم کی آیت ۲۲ میں فرمان الٰہی ہے" ومن آیاتہ خلق السموات والأرض واختلاف ألسنتکم وألوانکم، إن فی ذلك لآیات للعالمین" سورۂ حجرات کی ۱۳ ویں آیت میں تمام انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے صاف اعلان کردیا گیا کہ قبیلوں، خاندانوں، اور قوموں کا اختلاف محض باہمی تعارف کے لئے ہے، اونچ نیچ کے فرق وتفاوت کے لئے نہیں، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے اور یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔" وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا، إن اکرمکم عند اللہ أتقاکم، إن اللہ علیم خبیر"

اپنے آخری خطبہ (خطبۂ حجۃ الوداع) میں حقوق وفرائض کا جو بین الاقوامی منشور رحمۃ للعالمین ﷺ نے جاری فرمایا، حقوق انسانی کے تحفظ کی علمبردار جماعتیں اس سے آگے آج تک سوچ نہ سکیں، اس خطبہ میں وحدت رب اور وحدت آدم کی بنیاد پر وحدت انسانیت کا تصور دیا گیا اور

> اصلاحی اقدامات کی خاطر ایک متحدہ بیت المال اور مشترکہ تجارتی منڈی اور بلا سودی بینک کا قیام از حد ضروری ہوگا، اسلامی ملکوں کی انجمن OIC (منظمۃ المؤتمر الاسلامی) اور تعلیم وسائنس وثقافت کی اسلامی انجمن ISESCO (المنظمۃ الإسلامیہ للتربیۃ والعلوم والثقافۃ) کو مضبوط ومستحکم کرنا ہوگا، اور رابطۂ عالم اسلامی کی سرگرمیوں میں حصہ لینا ہوگا، اور خانۂ کعبہ کے امام کو ساری امت مسلمہ کے امام کا درجہ دلانا ہوگا،

اولادِ آدم کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت و احترام کو فرض قرار دیا گیا، سود خوری کو قابل نفرت قرار دیا گیا، کہ وہ انسان کے استحصال کا دروازہ ہے، ماقبل اسلام سے جاری انتقامی چکروں کو ختم کیا گیا، زوجین کے حقوق کی باہمی ادائیگی اور ان کے تقدس واحترام کی تاکید کی گئی حق کے علمبرداروں کے درمیان اخوت کا رشتہ لازم قرار دیا گیا وطنی اور نسلی تفریقوں کو بے وقعت قرار دیا گیا اور عزت و عظمت کا معیار خدا پرستانہ اور متقیانہ کردار کو متعین کیا گیا اور کتاب الٰہی کو نظام الٰہی کا بنیادی ضابطہ ہمیشہ ہمیش کے لئے قرار دیا گیا، یہ تھی نبوت محمد علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کے ازلی وابدی پیغام کی اسپرٹ جس کے سہارے اہل ایمان نے صدیوں دنیا بھر کی رہنمائی کی۔

اور آج ہم ہیں انھیں کے وارث جو خود اپنی رہنمائی سے قاصر یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے دست نگر ہیں اور ہم ہی پر فرقہ پرستی، تعصب اور تشدد کا الزام ہے۔

تاہم مایوسی کفر ہے۔ فرمان رسالت ہے کہ اس امت کی اصلاح اسی تدبیر سے ہوگی جس تدبیر سے عہد رسالت میں محسن انسانیت علیہ السلام کے ذریعہ ہوئی تھی، آنحضرت ﷺ کے سامنے بھی یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی طرف سے سہ رخے چیلنجز تھے اور منافقین کی ریشہ دوانیاں تھیں، اللہ کے رسول ﷺ نے صبر وصلاۃ اور عزم و ہمت کے سہارے فتح یابی حاصل کی، انشاء اللہ ہم بھی انھیں کے نقش قدم کی اتباع کرکے فتح یاب ہوں گے، بشرطیکہ ہم متحدہ ہوں اور توحید و رسالت پر ایمان کامل رکھتے ہوں۔

میسر ہو اگر ایمان کامل
کہاں کی الجھنیں کیسے مسائل

ایسا ہے کیوں؟ اب سوال یہ ہے تو اس کا جواب میرے خیال میں صرف یہ ہے کہ ہم اندرونی مسلک ومشرب کے فروعی اختلافات میں الجھے رہنے کے باعث متحد نہیں اور اپنے قول وفعل سے دنیا کو حقیقی اسلام سے باخبر کرنے سے قاصر ہیں۔

قرآن کریم نے پہلے ہی ارشاد فرمایا ہے "یریدون لیطفئوا نور الله بأفواههم والله متم نوره ولو کره الکافرون" وہ اپنی پھونکوں سے نور الٰہی کے چراغ کو گل کرنے کے درپے ہیں تو سن لیں کہ اللہ ان کی پھونکوں سے چراغِ حق کو بجھنے نہ دے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ایک زمانہ تم پر ایسا آئے گا کہ تم پر ہر طرف سے دنیا کی قومیں ٹوٹ پڑیں گی جیسے کسی پیالے پر کھانے والے ٹوٹ پڑیں، پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم تعداد میں کم ہوں گے، تو آپؐ نے فرمایا: نہیں تعداد میں تو تم اس وقت زیادہ ہوگے لیکن سیلاب کے جھاگ کی طرح ہوگے، دشمنوں کے دلوں سے تمھارا رعب نکل جائے گا اور تمھارے دلوں میں وہن پیدا ہوجائے گا پوچھا گیا وہن کیا ہے، یا رسول ﷺ تو آپؐ نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری۔

(مسند احمد، سنن ابوداؤد)

درحقیقت ہمارا اصل مرض دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہی ہے، جب کہ سب سے زیادہ یقینی حقیقت موت ہی ہے اور موت جب یقینی و برحق ہی ہے تو اس سے ڈرنا چہ معنی دارد، لہٰذا ہمیں ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ حیات جاودانی کی تلاش میں مومن کا مطلوب ومقصود راہ حق میں مسلسل جد و جہد بالآخر شہادت ہے، بقول جگر مرادآبادی:

یہ مصرع کاش نقش ہر در و دیوار ہوجائے
جسے جینا ہو مرنے کے لئے تیار ہوجائے

سورہ انفال میں فرمان الٰہی ہے: "ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم" (مومنو! آپس کے اختلافات سے بچو ورنہ کامیاب نہ ہوسکو گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی)

فکری اور مذہبی سطح پر امت مسلمہ کو عیسائیت، یہودیت، خرافات وبدعات، الحاد اور طرح طرح کے مظاہر شرک کے چیلنجز کا سامنا ہے، جن سے نبرد آزما ہونے کے لئے باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا ضروری ہوگا، قرآن حکیم نے فرمایا: "ولن ترضى عنك اليهود ولا النصارى حتى تتبع ملتهم، قل إن هدى الله هو الهدى" (البقرہ: آیت ۱۲۰) یعنی یہود ونصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کی اپنی ملت کے دم چھلے نہ ہوجاؤ، اور بالآخر ان کی خواہش یہ ہوگی کہ جس طرح وہ آزادی کا معاملہ کرتے ہیں، ہم بھی صلح کل اور سمجھوتے کی پالیسی اختیار کریں، قرآن کے لفظوں میں یہ بھی صحیح نہیں، دیکھئے سورہ القلم میں آیت نمبر ۹ ہے" ودوا لو تدهن فيدهنون" (وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ذرا ڈھیلے ہوں تو یہ بھی ڈھیلے پڑجائیں) یعنی وہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کے بارے میں نرم رویہ اختیار کریں تو وہ بھی آپ کے بارے میں نرم رویہ اختیار کریں لیکن باطل کے ساتھ مداہنت کا نتیجہ ہوگا کہ باطل پرست اپنے باطل کو چھوڑنے سے ڈھیلے پڑجائیں گے، اس لئے حق میں مداہنت حکمت تبلیغ اور کار نبوت کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔

> آنحضرت ﷺ کے سامنے بھی یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی طرف سے سہ رخے چیلنجز تھے اور منافقین کی ریشہ دوانیاں تھیں، اللہ کے رسول ﷺ نے صبر وصلاۃ اور عزم وہمت کے سہارے فتح یابی حاصل کی، انشاء اللہ ہم بھی انھیں کے نقش قدم کی اتباع کرکے فتح یاب ہوں گے۔

آج سماج پر طرح طرح کے فتنے سانپ کی طرح پھن کاڑھے ہمارے سامنے کھڑے ہیں، ہوا کے دوش پر محض ایک انگلی کے پور کی زد پر انارکی، بے راہ روی، فحاشی ہر جگہ غارت گرِ ایمان وآگہی ہے، مساوات مرد وزن کے نام پر غیر فطری معاملات کی ریل پیل ہے، ان سب کے خلاف پوری امت مسلمہ کو متحد ہوکر اپنے اپنے گھروں میں نظم ضبط قائم کرنا ہوگا، ذرائع ابلاغ اور انٹرنیٹ سے تعمیری، اصلاحی اور اخلاقی پروگرام منظم کرنے ہوں گے، مادیت کا سیل رواں، روحانی اخلاقی اقدار کی پامالی کا باعث ہے، مسلمان تعلیمی پسماندگی کے ساتھ ساتھ زراعتی اور صنعتی ترقیات کی دوڑ میں بہت پیچھے ہیں، ان محاذ پر اصلاحی اقدامات کی خاطر ایک متحدہ بیت المال اور مشترکہ تجارتی منڈی اور بلاسودی بینک کا قیام ازحد ضروری ہوگا، اسلامی ملکوں کی انجمن OIC (منظمة المؤتمر الاسلامی) اور تعلیم وسائنس وثقافت کی اسلامی انجمن ISESCO (المنظمة الإسلاميه للتربية والعلوم و الثقافة) کو مضبوط ومستحکم کرنا ہوگا، اور رابطۂ عالم اسلامی کی سرگرمیوں میں حصہ لینا ہوگا، اور خانۂ کعبہ کے امام کو ساری امت مسلمہ کے امام کا درجہ دلانا ہوگا، کیونکہ شریعت مطہرہ نے امت مسلمہ کو فکری، سماجی، سیاسی اور معاشی سطحوں پر باہمی اختلاف سے بچنے، اور باہم متحد رہنے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ آیات قرآنی ہیں:

۱۔ واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا (آل عمران۔۱۰۳) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور متفرق نہ ہو۔

۲۔ ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاء هم البينات (آل عمران: ۱۰۵) اور ان کی مانند نہ ہوجاؤ جو واضح دلائل کے آجانے کے بعد بھی الگ رہ کر اختلافات کے شکار ہوئے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو اطاعت سے گریزاں ہوگا اور جماعت مسلمہ سے الگ ہوگا وہ جاہلیت کی موت مرے گا (من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات ميتة جاهلية) (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ)۔ قرآن میں ہے: اہل ایمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں" إنما المومنون إخوة" اور بخاری شریف میں ہے کہ اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہوجاؤ "كونوا عباد الله إخوانا"

بخاری شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کے لئے کسی ایک عمارت کی طرح ہیں کہ جس کا ایک حصہ باقی دوسرے حصوں کو مربوط ومضبوط رکھتا ہے" المسلم للمسلم كالبنيان يشد بعضه بعضاً" دوسری جگہ آپ نے فرمایا تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں کہ اگر کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو تمام جسم بیداری اور بخار کی سی کیفیت سے دوچار ہو" المسلمون كجسد واحد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر و الحمى"

مذکورہ گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ مسلک ومشرب اور اختلافات کے باوجود وحدت کلمہ طیبہ اور وحدت قبلہ کی بنیاد پر امت مسلمہ کا اتحاد وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے، بقول شاعر مشرق علامہ اقبال:

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

✿✿✿

ماجرائے دختر خیر الانام

مولانا شبلی نعمانی

افلاس سے تھا سیدہ پاک کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار
گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اَٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی جو ہر صبح و شام تھا
آخر گئیں جنابِ رسولِ خدا کے پاس
یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذن عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضورؐ نے
کل کس لئے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدرؓ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن
جن کا کہ صفہ نبوی میں قیام تھا
میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں
میں ان کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم ہے انکا حق
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدہ پاکؓ رہ گئیں
جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کی ہے اہل بیت مطہرؓ نے زندگی
یہ ماجرائے دختر خیر الانام تھا

☆☆☆

صہیونیت

آخری قسط

آنے والا مسیح کون اور کس کے لئے؟

تحریر: عبدالعزیز مصطفیٰ کامل ☆ ترجمانی: سلمان الحسینی ندوی

دلچسپ بات یہ ہے کہ جس طرح یوروپ کے کیتھولکس، پروٹسنٹ کے بارے میں مخالفانہ نظریات رکھتے ہیں ویسے ہی پروٹسنٹ یوروپ کے کیتھولکس کو اسی نظرے دیکھتے ہیں، وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس ''وحشی انسان'' کا ذکر ''سفرالرؤیا'' میں آیا ہے، اس سے مراد دس یوروپین ممالک کا طاقتور اتحاد ہے، جس کا ظہور آخری دور میں ہوگا، اور ۱۰ ممالک پر مشتمل یوروپین یونین حقیقتا، اس پیشین گوئی کا ظہور ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ آخری دور کے دن گذار رہے ہیں، یہ یوروپی طاقتیں مسیح کی مخالف ہوں گی، کیونکہ یہ اس مسیحیت سے مرتد ہوں گی جس کی دعوت مسیح نے دی تھی۔

عیسائی فرقے ایک دوسرے پر یہ الزام رکھتے ہیں کہ وہ ''دجال'' کے پیروکار ہیں جس دجال Anti Christ آئے گا تو وہ اس کی فوج میں ہوں گے، اور ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ یہودی اس کا ہراول دستہ ہوں گے، اور وہی مسیح دشمن فوج کے سالار ہوں گے، اسی لئے انہیں اسکا بھی یقین ہے کہ اللہ تعالی یہودیوں کو قدس میں سخت سزا دے گا، اسے تباہ وبرباد کردے گا، اور ان کے قبضہ سے اسے آزاد کردے گا (۲) اور اس کا وارث مسیح اور ان کے ماننے والوں کو بنائے گا۔

پادری ''رشاد فکری'' کتاب حزقیل کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

''دوبارہ یروشلم اللہ کے غضب اور اس کے سخت فیصلہ کا مشاہدہ کرے گا، یوروپ میں مسیحیت کی طاقت ٹوٹ کر رہ گئی، یہاں تک کہ جن کے آباواجداد قدس شہر کی حفاظت کے لئے صلیبی جنگوں میں حصہ لیتے تھے، انھوں نے بیسویں صدی میں یہودیوں کے ہاتھ فلسطین کو فروخت کردیا۔ (۳)

''مسی ہنری'' انجیل کی شرح میں لکھتا ہے:

ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ تباہی و بربادی یہودیوں کا شکار کرتی رہے گی جہاں بھی وہ رہیں گے، جس طرح شکرا شکار کے پیچھے دوڑتا اور شکار کرتا ہے''۔ (۴)

کتاب دانیال کی شرح میں ''ایرنسائڈ'' لکھتا ہے: ''ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ یہودی فلسطین میں اکٹھا ہو گئے ہیں اور مشرق ومغرب سے اپنے آباء واجداد کی سرزمین میں پہونچ گئے ہیں لیکن ہائے اس فریب خوردہ قوم کی بدبختی وہ سمجھ رہے ہیں کہ انھیں آخرکار ایک پناہ گاہ مل گئی...... ایسا نہیں ہے، فی الحقیقت وہ اپنے کو مالک کے غضب اور عتاب کے لئے تیار کررہے ہیں''۔ (۵)

وہ مزید لکھتا ہے:

''دجال اپنے کو خدائے واحد اور عبادت کے لائق قرار دے گا، اور مرتد عیسائی اس کے ساتھ اپنی وفاداری کا اظہار کریں گے، وہ یہودیوں کے سامنے ان کے ''مسیح منتظر'' کا روپ دھارے گا، یہودی اس کے دعوے قبول کرکے اس کا اعلان کردیں گے، کہ ہمارا ''منتظر اور موعود مسیح'' ظاہر ہوگیا، ہماری کتاب مقدس میں اس کا تذکرہ ہے۔ (۶)

تعجب ہوتا ہے کہ عیسائی عیسائیوں کے بارے میں یا عیسائی یہودیوں کے بارے میں اس طرح کے عقائد ونظریات رکھتے ہیں لیکن قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات کریمہ اس تعجب کا ازالہ کردیتی ہے۔

''ومن الذین قالوا انا نصاری اخذنا میثاقھم فنسوا حظا مما ذکروا بہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ وسوف ینبئھم اللہ بما کانوا یصنعون۔ (سورۃ المائدہ آیت ۱۴)

''وہ کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں، ان سے ہم نے عہد وپیمان لیا تھا تو انہوں نے یاددہانی کا ایک حصہ بھلادیا جو انہیں کی گئی تھی پھر ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور نفرت قیامت تک بھڑکادی اور آئندہ اللہ ہی ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کرتے رہے''۔

مزید فرمایا گیا:

وقالت الیھود لیست النصاری علی شئی وقالت النصاری لیست الیھود علی شئی وھم یتلون الکتاب (سورۃ بقرۃ آیت ۱۱۳)

''یہودی کہتے ہیں کہ نصرانیوں کے پاس کچھ نہیں، اور نصرانی کہتے ہیں، یہودیوں کے پاس کچھ نہیں حالانکہ دونوں ایک کتاب پڑھتے ہیں''۔

غرضیکہ یہ فرقے اور گروہ آپس میں دست وگریباں ہیں، ایک شمالی امریکہ میں بسنے والے پروٹسٹنٹ عیسائی ''ہزارہ کے بخار'' کے زیادہ شکار ہیں، اور بنیاد پرست عنصر موجود ''یک قطبی دنیا'' سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، ان کا خیال ہے کہ یہی زمانہ سب سے زیادہ مناسب بلکہ آخری اور فیصلہ کن ہے جس میں عالمی سطح پر عیسائیت کا فروغ ہونا چاہئے، اور جو زیر دام نہ آسکے، اس کی پھر تباہی ہے اور ''ھرمجدون'' جنگ اس پر مسلط کی جائے گی، اسے شر کا محور قرار دیا جائے گا، اور آزادی دلانے کے لئے اس پر آگ کی بارش کی جائے گی۔

ہال لینڈی، جس کو بنیاد پرست مصنفین میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہے، اپنی تازہ کتاب (۷) (نئی آنے والی دنیا) میں لکھتا ہے۔

''شرق سے اٹھنے والی شرکی طاقتیں، روئے زمین کے دوتہائی باشندوں کو فنا کردیں گی، اور جب عظیم جنگ اس مرحلہ تک پہونچے گی، اور عظیم لمحہ آجائے گا تو ''مسیح'' انسانیت کو مکمل تباہی سے بچائیں گے۔ (۸)

تعجب کی بات یہ ہے کہ ہر فرقہ دوسرے پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ وہ ''نجات دہندہ مسیح'' اور سچا مسیح اس کے درمیان ظاہر ہوگا اور وہی اس کا پیرو اور حامی ہوگا اور مخالف فرقہ دشمن مسیح کا ساتھ دے گا، تو آیئے اس کی تحقیق کریں کہ ''دجال'' کے ساتھی اور لشکری کون ہوں گے، جو اس کے ظہور ہوتے ہی، اس کے دفاع اور پروپیگنڈہ کے لئے کھڑے ہوجائیں گے۔

دجال کا ظہور کن لوگوں کے لئے ہوگا؟

ہمیں اس میں کچھ بھی شک وشبہ نہیں ہے کہ یہودی ''دجال'' کے ہراول دستہ ہوں گے وہ ان ہی میں سے ہوگا، اور ان کے درمیان اپنا مشن چلائے گا، خاص طور پر مشرق کے یہودی اس کے ساتھ ہوں گے، جن کے درمیان سے اس کا ظہور ہوگا۔ (۹)

جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے جو اس بات کے دعویدار ہیں کہ وہ سچے مسیح'' کے پیروکار ہوں گے اور ''مسیح دجال'' کے خلاف ہوں گے، حقیقت حال یہ ہے کہ انھوں نے اپنے کو خود، اس کے لئے تیار کررکھا ہے کہ وہ اس سچ کو مانیں جو یہ دعوی کرے گا کہ وہ خدائے قادر ومختار ہے، کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ انھوں نے ہی حضرت مسیح کو خدائے قادر وبزرگ مانا، اور مسیح دجال جب یہی دعوی لے کر آئے گا کہ وہ خدا ہے، ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے، تو انہیں اس کو ماننے سے کیا چیز روکے گی۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ ''دجال'' دنیا پر قابض ہو جائے گا، ہر ملک میں داخل ہوگا، مکہ، مدینہ، قدس، اور سرزمین طور (۱۰) کو چھوڑ کر کوئی علاقہ اس کے اثر ونفوذ سے نہیں بچ سکے گا، اس کی حکومت عالمی ہو گی، یہودیوں اور عیسائیوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ جو مسیح آئے گا اس کی حکومت عالمی ہوگی، لہذا یہودی جب ''دجال'' کو دیکھیں گے کہ وہ عالمی حکومت کا علمبردار ہے اور انہیں میں سے ہے، اور عیسائی جب دیکھیں گے کہ اس کی حکمرانی عالم پر ہے اور حیرت انگیز کارنامے اس سے وجود میں آرہے ہیں، تو اسے ماننے سے انہیں کون روکے گا۔

''دجال اپنے کو خدائے واحد اور عبادت کے لائق قرار دے گا، اور مرتد عیسائی اس کے ساتھ اپنی وفاداری کا اظہار کریں گے، وہ یہودیوں کے سامنے ان کے ''مسیح منتظر'' کا روپ دھارے گا، یہودی اس کے دعوے قبول کرکے اس کا اعلان کردیں گے، کہ ہمارا ''منتظر اور موعود مسیح'' ظاہر ہوگیا، ہماری کتاب مقدس میں اس کا تذکرہ ہے۔

آج عیسائیوں کی آبادی دنیا کی ایک تہائی آبادی ہے، اور اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کی آبادی ظہور دجال تک کتنی ہوگی یہ آبادی عیسائی ہونے کے باوجود عیسیٰ مسیح کو اللہ کا بندہ ورسول صحیح معنوں میں نہیں مانتی، بلکہ ان کو خدائی میں شریک یا خود خدا تسلیم کرتی ہے اس لئے ''دجال'' کے ظہور پر یہ اسے ''خداوند مسیح'' ماننے میں دیر کیوں کریں گے؟

اسی لئے اللہ تعالی اس اشکال وابہام کو اس طرح دور کردے گا کہ خود عیسیٰ مسیح نازل ہوں گے جو اپنی عبدیت کا تعارف کرائیں گے، اور ان بے شمار عیسائیوں کے ہاتھوں کے اس وقت طوطے اڑ جائیں گے، جو صدیوں سے انہیں خدا، یا خدا کا بیٹا کہتے آئے، انہیں پھر عیسیٰ مسیح پر صحیح معنوں میں ایمان لانا پڑے گا۔

ان ھو الا عبد انعمنا علیہ وجعلناہ مثلا لبنی اسرائیل (سورۃ الزخرف، آیت ۵۹)

''درحقیقت وہ ایک بندہ ہیں جن پر ہم نے احسان کیا اور بنی اسرائیل کے لئے ان کو نمونہ بنایا''۔

حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت اپنی آنکھوں سے عیسائی انہیں دیکھ لیں گے، ان کا فیصلہ کن خطاب سن لیں گے۔

وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا (سورۃ النساء ۱۵۹)

ان کی وفات سے پہلے ہر اہل کتاب ان کو مان کر رہے گا، اور قیامت کے دن وہ ان کے بارے میں گواہی دیں گے۔

جہاں تک بقیہ اہل مذاہب کا تعلق ہے، ہندو، بدھ، اور دیگر مذاہب اور عام بے دین لوگ دجال پر ایمان لے آئیں گے، وہ حیرت انگیز کارناموں کے ساتھ جب اپنی خدائی کا دعوی کرے گا تو وثنیت اور شرک پرست، مورتیوں، حجر وشجر اور دیگر اشیاء کی پوجا کرنے والے اسے بیساختہ تسلیم کرلیں گے، اور اسے خدا مان لیں گے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ دنیا میں آج وثنیت پرست یا شرک تعداد میں سب سے زیادہ ہیں صرف چین میں سو کروڑ اور اسی طرح تقریبا ہندوستان میں، مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ بدھسٹ بھی ''بدھا'' کی قیامت سے پہلے آمد کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کا انتظار کررہے ہیں، ان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے مرنے کے بعد دفنائے گئے، پھر ان کی قبر کھول دی گئی اور دوبارہ وہ زندہ ہوگئے، پھر آسمان پر چلے گئے، لیکن وہ دوبارہ آئیں گے ان کو بھی ان کے پیروکار ''نجات دہندہ'' کہتے ہیں (۱۱)

غرضیکہ شرک وبت پرستی، اوھام وخرافات پرستی، اور بدعقیدگی کی اس دنیا میں ''دجال'' کو کیا مشکل پیش آئے گی، اس کے فتنے کے لئے کیا رکاوٹ ہوگی؟ دنیا اس کے پیچھے کیوں نہ بھاگے گی، لوگ اس کے فتنہ کے کیوں نہ شکار ہوں گے۔

حق ہے کہ وہ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تاریخ انسانی کا سب سے بڑا فتنہ ہوگا۔

واللہ مابین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اعظم من الدجال(۱۲)

''خدا کی قسم آدم کی تخلیق سے قیامت تک دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ سنگین نہ ہوگا''۔

دنیا میں جتنے فتنے بھی پیدا ہوئے ہیں اس عظیم فتنہ کی تمہید تھے، ارشاد نبوی ہے:۔

"ماصنعت فتنۃ منذ کانت الدنیا صغیرۃ والا کبیرۃ الا لفتنہ الدجال(۱۳)

''جب سے دنیا ہے، کوئی چھوٹا بڑا فتنہ وجود میں آیا تو اسی فتنہ دجال کے لئے (یعنی اس کی تمہید کے طور پر) وجود میں آیا''۔

مسلم بھی عیسیٰ مسیح کے نزول پر یقین رکھتے ہیں اور عیسائی بھی، لیکن ہمارے اور ان کے ایمان کے درمیان بڑا فرق ہے ہم یہ مانتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح کا نزول قرب قیامت کی علامت ہے، وہ تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہے، اور اس کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ دنیا کی جو قومیں ان کے بارے میں غلط عقائد کی شکار ہیں، ان اختلافات کا وہ آخری فیصلہ خود آکر کردیں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے، اور جو اہل کتاب ان کے بارے میں شدید اختلافات کے شکار ہیں وہ ان پر ایمان لائیں گے، عیسائی ان کی الوہیت کے دعویدار تو یہودی، نعوذ باللہ انہیں ولد الحرام کہتے ہیں، قیامت سے پہلے ان کی آمد سے حقیقت سامنے آجائے گی اور دونوں فریقوں کے غلط دعوے ظاہر ہوجائیں گے۔

جہاں تک دجال کا تعلق ہے، تو اس کے ظہور کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، لیکن ہم اس کا قطعی زمانہ نہیں جانتے، ہمیں یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ یہوی اور عیسائی اس کے ظہور کی تیاریاں کررہے ہیں، ان کے ہاں جو عقائد اور تصورات ہیں ان میں اس قدر تحریف ہوچکی ہے کہ حقائق دبیز پردوں کے پیچھے چلے گئے ہیں۔

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: یہودی کہتے ہیں کہ جس مسیح کی خوشخبری دی گئی ہے وہ مسیح ابن مریم نہیں ہے، بلکہ دوسرا ''مسیح'' ہے، درحقیقت وہ مسیح دجال کے منتظر ہیں، یہودی ہی اصلاً اس کے پیروکار ہوں گے، اس کے ساتھ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو ''عبائیں'' پہنے ہوں گے (۱۴)

ابن القیم کہتے ہیں:

مسلمان سچے مسیح کو مانتے ہیں، جو خدا کی طرف سے ہدایت اور دین برحق لےکر آئے تھے، وہ بندہ خدا اور رسول خدا تھے، اور کلمہ کن فیکون سے بطن مریم سے پیدا ہوئے، عیسائی اس مسیح کو مانتے ہیں جو اپنی اور اپنی ماں کی عبادت کی دعوت دیتا تھا، اور اس کا دعویٰ کرتا تھا کہ وہ تین میں کا ایک ہے، یا وہ خدا ہے، یا ابن خدا ہے، ایسے مسیح کا اگر کہیں وجود ہے (۱۵) تو وہ ''مسیح دجال'' کا بھائی ہے کیونکہ جس جھوٹے مسیح کا عیسائی انتظار کررہے ہے، وہ اپنی الوہیت کا دعویٰ کرے گا، عیسائی درحقیقت اسی مسیح کے متبع ہیں، یہودی بھی ایک مسیح کے منتظر ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اس نبی کے منتظر ہیں جس کی خوشخبری دی گئی ہے، لیکن شیطان نے ان کو ''مسیح دجال'' کے انتظار میں لگا رکھا ہے (۱۶)

انتظار! اور انتظار، اس وقت یہودیوں اور عیسائیوں کا موقف ہے، اس کے ساتھ ''ہزارہ کا جنون'' اور ہزارہ دوم کے اختتام پر نجات مسیح کی آمد کا عقیدہ اپنا رنگ دکھا رہا ہے، انٹرنیٹ پر اس کی خبریں اور مواد شائع ہوتا رہتا ہے، اس سلسلہ کی ایک دلچسپ ویب سائٹ ''مسیح کا کیمرہ'' کے نام سے ہے، اس ویب سائٹ میں کیمرہ قدیم شہر قدس کے مشرقی دروازہ پر فوکس ڈالتا ہے، جس کے بارے میں انگلیکان عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مسیح کی دوبارہ آمد کے ظہور کی جگہ ہے، برطانیہ کی ایک مذھبی انجمن نے ایک مخفی جگہ پر وہ کیمرہ لگا رکھا ہے جو مشرقی دروازہ پر مرکوز ہے، دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ شہر قدس کی میونسپلٹی اور بیت لحم کے ۲۰۰۰ کے جشن کی کمیٹی کی اجازت سے انجمن نے اس کیمرہ کو نصب کر رکھا ہے۔

کیمرہ کے پروجکٹ کی نگراں ''کریٹن ڈارگ'' کا کہنا ہے کہ کیمرہ کے عمل سے یہ اشارہ مل رہا ہے کہ مسیح کی آمد قریب ہے، خواہ اس سال ہو یا آئندہ سال۔ (۱۷)

یہودی اور عیسائی آج قیامت کے قرب کا بہت شور مچا رہے ہیں خدا جانے اسکے پیچھے کیا راز، یا تقدیر کے کیا فیصلے ہیں۔

مسلمان اس معاملہ میں اندازوں اور قیاس آرائیوں سے دور ہیں، وہ قیامت کے بارے میں نہ پیشین گوئیاں کرتے ہیں، نہ انہیں اس کی جلدی ہے، انہیں فکر ہے تو بس اسکی کہ دجال کے فتنوں سے اللہ تعالی ان کی حفاظت فرمائے، اور تمام چھوٹے، بڑے فتنوں سے بھی۔

یستعجل بھا الذین لا یؤمنون بھا، والذین آمنوا شفقون منھا، ویعلمون انھا الحق ألا ان الذین یمارون فی الساعۃ لفی ضلال بعید (سورۃ الشوری آیت ۱۸)

''جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ جلدی مچاتے ہیں، اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ ڈرے سہمے رہتے ہیں اور قطعی طور پر چاہتے ہیں کہ وہ برحق ہے، خبردار، جو لوگ بھی اس کے بارے میں کٹ حجتی کرتے ہیں، بڑی شدید گمراہی میں پڑے ہیں''۔

(حاشیہ صفحہ نمبر ۲۲ پر دیکھئے)

تلمود کی تعلیمات

☆ ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی
(سابق ڈین وصدر شعبہ عربی، کالی کٹ یونیورسٹی کیرالا)

تعلیمات وقوانین جو یہودیوں کی مذہبی کتاب تلمود میں درج ہیں وہ عجیب وغریب ہیں یہ کتاب یہود کے علماء اور حاخامات نے مرتب کی ہے۔ تلمود کے قانون کے مطابق ایک یہودی کو اگر کوئی دوسرا کام نہ ہو تو وہ دوسرے یہود کی جان بچا سکتا ہے لیکن اگر دوسرا شخص غیر یہودی ہو اور مر رہا ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کی جان نہ بچائے۔ اگر غیر یہودی کنویں میں گر پڑے تو یہودی پر واجب ہے کہ اس کو نہ بچائے اور نہ اس کو بچانے کے لئے جائے۔ ابن میمون کہتا ہے کہ اگر غیر یہودی سے حالت جنگ کی کیفیت نہ ہو تو بھی اس کی جان نہ بچانی چاہئے غیر یہودی کی جان بچانا ہم یہود پر ممنوع ہے۔ اگر کسی یہودی کے سامنے کوئی شخص کنویں میں گر پڑے تو اس کی جان نہ بچانی چاہئے، اس لئے کہ تلمود میں لکھا ہوا ہے کہ غیر یہودی تمہارے دوست نہیں ہیں۔

یہودی طبیب کو چاہئے کہ غیر یہودی مریض کا علاج نہ کرے، ابن میمون خود یہودی تھا اور طبیب تھا وہ کہتا ہے کہ اگر یہودی ڈاکٹر غیر یہود مریضوں کا علاج نہ کرے تو اس سے صاحب اثر ورسوخ والے مریضوں کے درمیان عداوت پیدا ہوجائے گی تو موقع کے لحاظ سے اس کو کام کرنا چاہئے اور اس گناہ کا فدیہ ادا کرنا چاہئے اس پر ابن میمون لکھتا ہے کہ اگر تم کو ڈر ہو اس کی عداوت کا تو اس کو شفاء دینے کی کوشش کرو، مگر پیسے غیر یہود سے زیادہ وصول کرو۔

یہ موسیٰ بن میمون یہودی مصر میں ایک بڑا طبیب تھا۔ یہ سلطان صلاح الدین اور ان کے صاحبزادے سلطان ملک فاضل اور درباری مریضوں کا علاج کرتا تھا۔ چونکہ یہ ایک بڑا طبیب تھا پورے مصر میں اس کی شہرت تھی اس نے بڑی جائیدادیں اور بڑی دولت جمع کرلی تھی مگر کسی مسلمان کا علاج وہ مفت نہ کرتا تھا خواہ مسلم مریض فقیر ہی کیوں نہ ہو اسرائیل شاحاک کہتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے قیمت اس بناء پر وصول کرتا تھا کہ اس کو مذہباً غیر یہود کے علاج کرنے پر کوئی اجر نہ ملتا تھا یہ ایسا کام نہ تھا جو خیر ومعروف میں شمار ہوتا۔ لہذا اس غلط کام کا فدیہ کسی اور طریقہ سے ممکن نہ تھا سوائے زیادہ قیمت مریض سے وصول کرنے کے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غیر مسلم ڈاکٹر عموماً اور یہودی ڈاکٹر خصوصاً اپنے مسلم مریضوں کو زہر پلا کر مار دیتے تھے خصوصاً اگر یہ مریض غیر اہم اور عامۃ الناس میں سے ہوں۔ اس لئے کہ عوام اور غیر صاحب اثر ونفوذ انسان کے خلاف جرم کی تحقیق کرنے والا اور اس کو ثابت کرنے والا کوئی نہیں۔ اس لئے غیر یہود کو قتل کرنے کی تعلیم اور ان کو نہ بچانے کی ہدایت تلمود میں موجود ہے۔ اس طرح ایک یہودی ثواب اور خدا کے تقرب کا ذریعہ تلاش کرلیتا ہے یہود کی دشمنی مسلم معاشرہ میں معروف تھی چنانچہ اندلس کا فقیہ عبدالملک بن حبیب البیری متوفی ۲۳۸ھ اپنے رسالہ الطب النبوی میں لکھتا ہے: اگر ڈاکٹر یہودی یا عیسائی اور غیر مسلم ہو اور کسی مسلمان کو وہ دوا دے، دوا کھاتے ہی مسلمان مریض مرجائے تو سلطان وقت کا فرض ہے کہ اس کی تحقیق کرے کہ مریض کو کون سی دوا دی گئی تھی۔ خواہ طبیب مشہور ہو اس لئے کہ اس امکان کی بناء پر یہ ہوسکتا ہے کہ یہودی یا عیسائی ڈاکٹر مسلمان مریضوں کو زہر دیدے۔ اندلس میں عہد انحطاط وزوال میں جب طوائف الملوکی کا دور تھا اس وقت یہود کے اثرات بڑھ گئے تھے حتی کہ وہ وزارت کے عہدوں پر فائز ہوگئے تھے۔ اسی بناء پر مرابط اور موحد خاندان کے بادشاہوں نے یہود اور نصرانی طبیبوں پر نظر رکھی اور ان کی نگرانی کی۔ قرطبہ کے موحد بادشاہ نے یہودی طبیبوں کو حکم دیا کہ وہ یا تو اسلام قبول کریں اور پریکٹس کرتے رہے ہیں یا پھر ملک چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔

موسیٰ بن میمون طبیب نے ایوبی خاندان کو دھوکہ میں رکھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے یہود کو یروشلم میں بسنے کی اجازت دی ورنہ حضرت عمرؓ سے جو معاہدہ فتح یروشلم کے موقع پر نصاریٰ نے کیا تھا اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ یہود کو اجازت نہ ہوگی اس شہر میں بسنے کی۔ جب صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں سے بیت المقدس کو آزاد کرایا تو یہ تصور کرکے کہ حضرت عمر کی شرط ختم ہوگئی ہے چار یہودی خاندانوں کو بیت المقدس میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور اس کا سبب یہی موسیٰ بن میمون یہودی طبیب تھا۔ موجودہ دور میں یہودیوں نے ایک دعا ایجاد کی کہ وہ پوری انسانیت کی بھلائی کے لئے ابن میمون خدا سے مانگتا تھا، اس دعا کو ایک جرمن یہودی نے ایجاد کیا اور اس کا انتساب ابن میمون کی طرف کیا ایک دوسرے یہودی نے اس کا ترجمہ جرمن زبان سے انگریزی میں اور انگریزی سے مصری اطباء نے عربی میں کیا۔ جرمن زبان میں اس دعا کو ایجاد کرنے والا الفریڈ نوالڈ ہے۔ دعا بہت طویل ہے لہذا ابتدائی چند جملوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

ابن میمون طبیب کہتا ہے:۔

''اے میرے خدا ہر چیز پر قدرت

رکھنے والا، تو نے انسان کے جسم کو انتہائی حکمت سے پیدا کیا ہے تو نے اپنی زمین میں، اپنی نہروں میں اور اپنے پہاڑوں میں برکت دی ہے، ان میں شفا دینے والا مواد ودیعت کیا ہے وہ تیری مخلوق کی تکلیف کو کم کرتا ہے اور انسان اپنے بھائی کی مصیبت کو چھڑاتا ہے اور اس مواد کی قدرت کا انکشاف کرتا ہے کہ ہر مرض کی مناسبت سے دوا کو استعمال کیا جاسکے۔ تو نے اپنی تکوینی حکمت سے مجھے چن لیا ہے کہ میں مخلوقات کی صحت پر توجہ کروں میں اپنے پیشہ کے واجبات کو ادا کرتا ہوں اے الٰہی میری مدد فرمائے اس عظیم خدمت کی جنس بشر کے نفع کے لئے اس لئے کہ بغیر تیری مدد کے معمولی چیز میں بھی کامیابی ممکن نہیں ہے''۔

یہ دعا بناوٹی ہے اس کا کچھ تعلق موسیٰ ابن میمون سے نہیں ہے، اس کی موت کے چھ سو برس بعد یہودیوں نے اس کو گڑھا ہے، غیر یہودیوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ بنائی گئی ہے، ورنہ تلمود میں صاف لکھا ہے کہ غیر یہود کا علاج کرنا جائز نہیں ہے یہ ایک بہانہ ہے دوسروں کو دھوکہ دینے کا۔

یہودی مذہب اور تاریخ اسرائیل کا مصنف اسرائیل شاحاک لکھتا ہے کہ موسیٰ بن میمون کا قول ہے کہ دواؤں کے تجربات غیر یہود پر کرنے چاہئیں اگر غیر یہودی اس تجربہ میں مر بھی جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ مشہور مذہبی پیشواء حاخام موسیٰ کا قول بھی یہی ہے کہ دو شرطوں کے ساتھ یہ جائز ہے پہلی شرط یہ ہے کہ یہ راز کسی دوسرے پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس موت سے یہودی طبیعت کو نقصان نہ پہونچنے پائے اس سے انتقال نہ لیا جائے ان شرطوں کے ساتھ کسی غیر یہود پر تجربہ کرنے میں اس کی موت جائز ہے۔ اس بنا پر کہ غیر یہودی کی زندگی بقول تلمود کتے اور سور کی زندگی ہے سارے غیر یہودی نجس ہیں اور سور ہیں سارے غیر یہودی نجس اور گندے ہیں پس یہودی طبیب کا فرض ہے کہ جو لوگ کمزور ہیں عامۃ الناس ہیں ان کے ساتھ خوب سختی برتے یا نقصان پہونچائے۔ اگر کسی یہودی کی جان بچانی ہو تو سنیچر کو بھی اس کا علاج کر دے مثلاً اگر کسی عورت کے یہاں ولادت ہو اور سنیچر کا دن ہو تو اس عورت کی جان یہودی طبیب کو بچانی چاہئے لیکن اگر غیر یہودی عورت ہے تو ہرگز اس کی جان نہ بچائے اور سنیچر کی حرمت کو پامال نہ کرے، الا سنیچر نہ ہو تو یہودی طبیب غیر یہودی کی جان بچا سکتا ہے، بشرطیکہ اس سے خوب مال وصول کرے اگر سنیچر کا دن ہو تو صاف کہہ دے کہ ہماری شریعت ہم کو تمہارا علاج کرنے سے منع کرتی ہے۔ اگر بادشاہ یا وزیر یا صاحب نفوذ انسان ہو تو سنیچر کو بھی علاج کی اجازت ہے تا کہ یہود کو ضرر لاحق نہ ہو۔ حاخام حاتام صاف کہتا ہے کہ مسلمان اور نصاریٰ بتوں کی طرح گندے ہیں ان کی جان بچانا ممنوع ہے، فلسطینی عمالیق کی نسل سے ہیں ان کی نسل کو قطع کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی لازمی ہے ہر یہودی کا فرض ہے کہ اسرائیل سے ان کو نکال باہر کرے۔ غیر یہود کو دھوکہ دینا بجائے مدد کرنے کے اولیٰ ہے۔ کتاب الشرائع موسیٰ میں وارد ہوا ہے کہ یہودی کا فرض ہے کہ غیر یہودی کو فنا کر دے اپنے دونوں ہاتھوں سے۔

موسیٰ بن میمون بقول اسرائیل شاحاک کے لکھتا ہے کہ شمال میں ترک اور بدو اور جنوب میں ان کے مشابہ انسان گونگے حیوانات ہیں وہ شیر نہیں ہیں بلکہ بندر ہیں وہ انسان کی شکل میں بندر سے مشابہت رکھتے ہیں۔(۱)

---

(۱) یہ پورا مواد تعالیم التلمود مقالہ محمد علی البار سے ماخوذ ہے۔ رسالہ المنہل دسمبر ۱۹۹۹ء (ص ۱۳۲-۱۳۶)

حاشیہ آنے والا مسیح ....

(۱) دیکھئے النبوۃ والسیاسۃ ص ۴۳۔
(۲) وہ لوگ کتاب حزقیل کے اصحاح ۱۳/۱۶ کی بنیاد پر یہ یقین رکھتے ہیں۔
(۳) تفسیر کتاب حزقیل از رشاد فکری ص ۲۵۹۔
(۴) تفسیر انجیل متی از متی ہنری۔
(۵) یعنی ہر مجدون کا دن دیکھئے تفسیر دانیال ص ۱۳۳۔
(۶) اس سے پہلے اس نے ''کرۂ ارض'' رخصت ہونے والا عظیم سیارہ کے نام کتاب لکھی تھی جس کے دس لاکھ نسخے فروخت ہوئے تھے۔
(۷) دیکھئے مقدمہ کتاب، النبوۃ والسیاسۃ''
(۸) حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایران کے یہودی ابھی تک ترک وطن کرکے اسرائیل نہیں آئے، وہ آنے والے دن کے لئے اپنے ریزرو طاقت سمجھتے ہیں،!؟
(۹) اس کا ذکر حدیث میں آیا، دیکھئے مسند احمد (۳۶۴/۵) ہیثمی نے اس کا ذکر مجمع الزوائد (۳۴۳/۷) میں کیا ہے اور کہا ہے (رجالہ رجال الصحیح) ابن حجر کہتے ہیں (رجالہ ثقات) دیکھئے فتح الباری (۱۰۵/۱۳)
(۱۰) دیکھئے مذاہب کا تقابلی مطالعہ، بدحوازم از ڈاکٹر احمد شلبی ص ۱۸۰۔
(۱۱) دیکھئے صحیح مسلم (۱۸/۶) اور مسند احمد (الفتح الربانی ۶۹/۲۴)۔
(۱۲) دیکھئے مسند البزار، ہیثمی نے کہا ہے (رجالہ رجال الصحیح) الزوائد ۷/۲۳۵)۔
(۱۳) یہ خاص عبائیں یہودی عبادت کے وقت پہنتے ہیں، عبرانی میں اسکو ''طالیت'' عربی میں ''طیلسان'' کہتے ہیں اپنے نقوش میں وہ اسرائیلی جھنڈے سے ملتی جلتی ہوتی ہیں، امام ابن تیمیہ نے جو فرمایا ہے اس کا ذکر صحیح مسلم میں آیا ہے دیکھئے صحیح مسلم مع شرح النووی (۸۵/۱۸-۸۹)
(۱۴) دیکھئے الجواب لمن بدل دین المسیح ج ۱ ص ۱۷۷۔
(۱۵) یعنی ان اوصاف کے ساتھ اگر کوئی مسیح ہے تو۔
(۱۶) دیکھئے ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ از ابن القیم ص ۶۵۔
(۱۷) دیکھئے اخبار الشرق الاوسط ۶/۱۹۹۹

ایک گمنام مگر بلند مقام اَدیب وشاعر

مولانا سید ابوالخیر برق

مولانا محمود حسن حسنی

مولانا سید ابوالخیر صاحب کا تعلق اس خانوادہ سے تھا جس کو اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عہد کے نہایت متبع سنت عالم ربانی حضرت شاہ علم اللہ حسنی، سلطان ٹیپو شہید کے شیخ ومرشد مولانا شاہ ابوسعید حسنی تلمیذ خاص حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ہندوستان میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار اور تحریک اصلاح وجہاد کے قائد وامیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید سے نسبت حاصل ہے۔ ان کے والد حافظ سید عبید اللہ صاحب اسلامی زندگی کا ایک چلتا پھرتا نمونہ تھے اور پورے خاندان اور علاقہ کی بابرکت اور دلآویز شخصیت تھے۔ جو کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے حقیقی ماموں اور مربیّ کے درجہ میں تھے۔

مولانا سید ابوالخیر صاحب ۱۹۰۲ء میں تکیہ کلاں رائے بریلی میں پیدا ہوئے ذہانت وحافظہ خداداد تھا۔ تعلیم کا شوق خاندانی وموروثی تھا جس گھر میں انہوں نے آنکھیں کھولیں صرف وہاں کی خواتین میں پانچ حافظ قرآن تھیں جن کی آغوش میں وہ پروان چڑھے ایک تو خود ان کی والدہ صاحبہ اور دو پھوپھیاں تھیں اور دو ممانیاں، پورا گھرانہ دیندار اور ادب وثقافت سے متاثر تھا خاندان میں کئی شعراء بھی تھے۔ خود ان کی پھوپی صاحبہ سیدہ خیر النساء بہتر مرحومہ (والدہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی) کو شعر کہنے پر بڑی قدرت حاصل تھی جن کا مجموعۂ کلام شائع بھی ہو چکا ہے۔ اور یہ وہ دور تھا کہ جب شعر کہنا پڑھے لکھے ہونے کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بچپن سے ہی انہیں شعر گوئی کا چسکا پڑ گیا اور لڑکپن میں ہی سکندر نامہ اور قلندر نامہ تصنیف کر ڈالا۔

عربی ودینی تعلیم میں کمال پیدا کرنے کے لئے وہ دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے یہاں ان کے جوہر اور کھلے اور عربی لکھنے بولنے میں بہت جلد انہیں اچھی قدرت حاصل ہوگئی، اس سلسلہ میں ان کا ایک واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک جلسہ میں جس میں نواب ذوالقدر جنگ بہادر شریک تھے انہوں نے برجستہ عربی میں تقریر کی جس سے متاثر ہوکر نواب صاحب نے ایک انعامی رقم کا اعلان کیا جو ندوہ میں داخل کردی گئی، اس وقت کے ان کے ساتھیوں میں مولوی حفیظ الدین ندوی تھے جو جامعہ ملیہ دہلی کے رسالہ ''اسلام اور عصر جدید'' کے ایڈیٹر ہوئے، کچھ عرصہ مولانا موصوف بھی جامعہ دہلی میں بحیثیت استاد مقیم رہے۔ کچھ وقت انہوں نے بحیثیت طالبعلم کے اورنٹیل کالج لاہور میں بھی گذارا لیکن صحیح معنوں میں لکھنؤ اور رائے بریلی ان کی تعلیم گاہ رہے۔ لکھنؤ میں انہوں نے ادب وزبان سیکھی لکھنؤ اس وقت علم وادب کا مرکز تھا۔ ندوۃ العلماء اور فرنگی محل اپنی جگہ، دوسری طرف عبدالحلیم شررؔ جیسا پایہ کا ادیب اور صاحب طرز نثر نگار اور ممتاز شاعر ابوالفضل شمسؔ لکھنوی لکھنؤ کی رونق بنے ہوئے تھے۔ مولانا ابوالخیر صاحب نے ان میں سے ہر ایک سے استفادہ کیا۔ ان کے علاوہ انہوں نے لکھنؤ کے دیگر اساتذہ سخن سے بھی راہ ورسم پیدا کرلی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زبان کی غلطی اور خلاف محاورہ گفتگو برداشت ہی نہ کرپاتے تھے۔ اور محاورات، تذکیر وتانیث کے فرق کے اچھے واقف کار سمجھے جاتے تھے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جن چند اساتذہ سخن کی طرف زبان کے سلسلہ میں رجوع کرتے تھے ان میں ایک مولانا ابوالخیر صاحب بھی تھے وہ کہتے تھے ''انہیں زبان میں سند کا درجہ حاصل تھا میں ان کی طرف اس طرح رجوع کرتا تھا جیسے لغت دیکھا جائے، وہ برجستہ جواب دیتے اور وہ حرف آخر ہوتا''۔

اردو ادب اور شاعری میں ان کے اصل استاد مشہور شاعر ابوالفضل شمسؔ لکھنوی تھے جن کے وہ بڑے قدرداں تھے۔ ان سے انہوں نے بہت کچھ سیکھا اور ان کا رنگ بھی قبول کیا۔ ایک دوسرے مشہور شاعر مرزا ثاقب قزلباش سے بھی تلمذ کا سلسلہ جاری رکھا ان پر دہلی کا رنگ لکھنوی رنگ پر غالب تھا۔ مولانا ابوالخیر صاحب لکھنوی زبان کے عاشق تھے اور اسی وجہ سے وہ اپنے نام کے ساتھ لکھنوی بھی لگاتے تھے اس کا اثر تھا کہ مرزا ثاقب سے استفادہ تو کیا لیکن نمونہ شمسؔ کو ہی بنائے رکھا۔ نقد سخن سے بھی ان کو حصہ وافر ملا تھا۔ بڑے بڑے اساتذہ سخن کا جانچ کے جانا مشکل ہوتا تھا۔ وہ مومن خان مومن کے مداح تھے اور ان کو ان کے معاصر اساتذہ سخن پر ترجیح دیتے تھے اور ان کا نمونہ کلام لطف لے لے کر پڑھتے اور سناتے تھے انہوں نے ان کے اور معاصر شعراء کے موازنہ پر کتاب بھی تصنیف کی تھی مگر وہ شائع نہ ہوسکی۔

شاعری میں ان کا اصل میدان غزل تھا۔ مرثیہ بھی کہا ہے۔ اپنے پھوپھا مولانا سید عبدالحی حسنی (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی وفات پر عربی میں مرثیہ کہا۔ وہ ایک اچھے نثر نگار بھی تھے اور محاورات کا کثرت سے استعمال کرتے لکھنؤ کی ٹکسالی زبان کا ان کی نثر بہترین نمونہ تھی۔ ان کے بعض اردو مضامین کا مجموعہ ''تاثرات'' کے نام سے طبع بھی ہوا۔ جوان

کی ادبی حیثیت کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں جن کے شائع نہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان کی شخصیت کا صحیح اندازہ نہ کرسکے، اور ان کا فیضان عام نہ ہوسکا، ان کی تصانیف میں ایک ''نوادر'' ہے جس پر ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب سابق صدر جمہوریۂ ہند نے تقریظ لکھی تھی۔ اور ''روزمرہ'' ہے جو اپنی الگ انفرادیت رکھتی ہے شعری کلام کا ایک مجموعہ ''شب فرقت'' کے نام سے ہے جو شائع ہوا مگر اب نایاب ہے ''دعائے مضطر'' کے نام سے ایک مناجات ہے جو کئی بار چھپی اور مقبول ہوئی جو درد و سوز سے بھری ہوئی اور تاثیر خیز ہے، زبان کی سادگی اور صفائی اس کی خصوصیت ہے، اس کے چند بند پیش خدمت ہیں۔

تیرے قبضہ میں طالع خاوری ہے
جہاں پر سدا سے کرم گستری ہے
زمانہ میں تیری جلوہ گری ہے
ہر ایک شئی پہ یارب تجھے برتری ہے
کرا ب میرے مالک میری دستگیری
تیری ہی ریاست تیری ہی امیری
زمانہ سے میں ایک آفت رسیدہ
سرِ اشک غم آنکھوں میں دل ہے طپیدہ
ولیکن مثال گل نو دمیدہ
لبوں پر تبسم گر یہاں دریدہ
یوں ہی رات ساری بسر ہوگئی
نہیں آنکھ جھپکی سحر ہوگئی

برقؔ صاحب کا اصل میدان غزلیہ شاعری تھا۔ چونکہ ان کا اپنے رب سے تعلق مضبوط تھا اس پر بھروسہ تھا، یقین کامل تھا، اور اس کا دین ان کے رگ وپے میں رچا بسا تھا اس لئے ان کی شاعری تفریح طبع کے لئے نہیں رہی اس نے ایک فکر اور درد و سوز پیدا کیا اس میں دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی اور انسانی اخلاق واقدار کی پامالی کی جانب اشارے بھی ہیں جو ایک انسان کو اعلیٰ کردار کا حامل بننے کی دعوت دیتے ہیں اور آخرت کی طرف متوجہ کرتے ہیں، یہ شعر انہیں کا ہے۔

ظاہر پرست یہ عالم فانی ہے دیکھ لے
شمع مزار پہ ہے، اندھیرا مزار میں

اور کہتے ہیں۔

دل کی کدورتوں سے یہ عالم تباہ ہے
منزل ہمیں نظر نہیں آتی غبار میں

زندگی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

زندگی کیا ہے ہماری اور آپ کی روداد ہے
کچھ حکایت صبح کی کچھ کہانی شام کی

یہ شعر بھی ان کا بہت درد بھرا ہے۔

مشکلوں سے ہم جو چھوٹے بجلیاں ہیں جلوہ ریز
باغباں اب کونسی صورت کرے آرام کی

اور یہ شعر بھی ملاحظہ ہو۔

پھول جو تھا جان بلبل اب وہ کانٹا ہوگیا
اے ہوائے باغ عالم یہ تجھے کیا ہوگیا

برقؔ صاحب ۱۹۳۰ء کے ایک بڑے انعامی مشاعرہ میں جس میں بڑے بڑے اساتذۂ سخن اور معمر شعراء شریک تھے اور میر مشاعرہ نواب جعفر علی خاں اثرؔ لکھنوی تھے شرکت کی اور انعام حاصل کیا ۱۹۲۰ء میں ایک مشاعرہ میں جب کہ ان کا عنفوان شباب تھا وہ گئے اور غزل پیش کی جس کے اس شعر پر انہیں بڑی داد ملی اور کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ انہوں نے مشاعرہ لوٹ لیا لکھنؤ کے مشہور استاد شاعر جناب سراجؔ لکھنوی تو دیر تک (کہ مشاعرہ ختم بھی ہوگیا تھا) شعر دہراتے رہے وہ تھا۔

ذرا سنبھل کے نکل دل سے آہ سوز آگیں
مجھے سے ہوئے زخموں کا اعتبار نہیں

جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے ان کے اشعار میں لکھنوی رنگ غالب تھا، اس رنگ کے دو شعر اور سنتے چلئے۔

ابھی ناواقف وحشت ہوں ابھی غربت کا ستایا ہوں
بگولو اٹھ کے بتلا دو ذرا راہیں بیاباں کی

ہوش آیا ہے ضعیفی میں جوانی کاٹ کر
ہائے آنکھیں اب کھلی ہیں جب سویرا ہوگیا

ایک بڑے موقع کا شعر ایک صاحب کی فرمائش پر انہوں نے لکھا کہ جو چاندی کے گلاس پر کندہ کر کے ہیڈ ماسٹر صاحب کو الوداعی تقریب میں پیش کیا جاسکے، وہ یہ تھا۔

ظرف عالی آپ کا یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر
ایسی کمتی چاندنی چاندی کا ساغر بن گئی

برقؔ صاحب کی شاعری میں الفاظ کے صحیح استعمال اور زبان کی صحت کے ساتھ لطف کا سامان بھی ہے اور وہ درد و سوز بھی ہے جو ایک مومن بندہ کا شعار ہے اس کے ساتھ اس میں نئے خیالات اور مضامین بھی ملتے ہیں جس میں دل کی تسکین دماغ کی فرحت اور اصلاح کا سامان ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مولانا سید ابوالخیر صاحب برقؔ کو اردو زبان اور عربی زبان پر یکساں قدرت حاصل تھی تو یہ غلط نہ ہوگا، اردو زبان سے ان کے تعلق اور دلچسپی کا حال گذر چکا، عربی زبان سے انہیں اس درجہ لگاؤ ہو چلا تھا کہ زمانۂ طالبعلمی میں انہوں نے ایک قلمی رسالہ نکالا، عربی میں اچھی نثر لکھتے اس میں وہ قرآنی اسلوب کا تتبع کرتے تھے۔ عربی اشعار بھی بآسانی کہہ لیا کرتے، رمضان المبارک میں شاہ مراکش ملک حسن ثانی کا معمول تھا کہ وہ دنیا بھر سے مشاہیر علماء کو اپنے یہاں مدعو کرتے تھے اور ان کے درس وافادہ کا پروگرام رکھتے، مولانا سید ابوالخیر صاحب کا نام بھی اس فہرست میں آیا اور انہوں نے اس وقت جبکہ سفر اتنا آسان نہیں تھا جیسا کہ اس زمانہ میں ہو چلا ہے۔ ایک پُر مشقت سفر کیا۔ لیکن جاتے ہی بیمار ہوجانے کی وجہ سے وہ اس پروگرام میں شرکت نہ کرسکے۔

انہیں عربی زبان سے اس قدر تعلق ہو چلا تھا جو دراصل ان کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور قرآن حکیم وحدیث شریف سے تعلق کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنی گفتگو اور بول چال میں عربی الفاظ کا لطف لے لے کر استعمال کرتے اور مست ہوجایا کرتے، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کا ذکر کرتے اور

دین وشریعت کے کسی کام کی طرف متوجہ کرتے تو قرآنی آیت اور حدیث شریف کا مفہوم بیان کرتے، قرآنی آیت بڑے دلکش انداز میں سناتے اور حدیث شریف مع سند کے بیان کرتے۔ اور اس میں ان کو اتنا ملکہ حاصل ہوگیا تھا کہ ان کو سوچنا نہیں پڑتا تھا ساری احادیث یاد کر لینا تو ائمہ متقدمین کا ہی شعار رہا ہے۔ البتہ مؤطا امام مالک مکمل مع سند کے یاد کر لی تھی، اور اسی طرح صحیح مسلم شریف بھی، جیسا کہ ''پرانے چراغ'' میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ نے لکھا ہے، انہوں نے وہ کیفیت بھی لکھی ہے جو احادیث کو سناتے وقت یا تنہائی میں ہلکی آواز سے پڑھتے وقت ان پر طاری ہوتی تھی جس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت تھی اور کلام اللہؐ وحدیث رسول اللہ سے عشق ووارفتگی تھی وہیں اس زبان سے جو قرآن کی زبان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے ان کا رشتہ بہت قوی تھا اس کا انہیں ذوق حاصل تھا، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اس کیفیت وتاثر کو جو اُن پر حدیث شریف بیان کرتے ہوئے طاری ہوتا تھا اس طرح بیان کرتے ہیں :

''وہ ادنیٰ مناسبت سے حدیث مع سند کے پڑھنا شروع کر دیتے تھے، اس وقت ان کے چہرے پر ایک خاص چمک، آواز میں سوز و اثر محسوس ہوتا تھا، وہ بڑے دلکش انداز میں اور عربی لہجہ میں احادیث کی تلاوت کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور ان کی روح اس سے وجد میں آرہی ہے بعض مرتبہ مسجد میں ان کو تنہا بیٹھے ہوئے زبانی احادیث کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو عجیب کیف محسوس ہوا، سند بھی وہ بڑے اہتمام اور لطف سے پڑھتے، جیسے ان کے کام و دہن لذت یاب ہو رہے ہوں'' (پرانے چراغ جلد دوم صفحہ ۳۳۷)

مولانا سید ابوالخیر صاحب کی یہ خوبی تھی کہ وہ اس لذت اور ذائقہ کو اپنے تک محدود نہیں رکھتے بلکہ ان کا ہمنشین اور سامع بھی محظوظ ہوتا اور اسے بھی وہ لطف حاصل ہونے لگتا جو وہ خود سے حاصل نہیں کرسکتا تھا حدیث کے موضوع پر انہوں نے ''مشکلات الحدیث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی افسوس کہ جس کا مسودہ محفوظ نہ رہ سکا۔

قارئین کے لئے یہ بات موجب حیرت واستعجاب ہوگی کہ انہوں نے ان تمام کمالات کے ساتھ طب سے بھی دلچسپی پیدا کرلی تھی اور باقاعدہ مطب بھی کرنے لگے تھے آخر میں لکھنؤ کے محلہ چکمنڈی میں ان کا قیام رہا اور وہیں وہ بیمار ہوئے طبیعت گرتی چلی گئی جہاں سے وہ اپنے گھر واقع گوئن روڈ امین آباد (لکھنؤ) منتقل ہوگئے اور پھر ایک مختصر سی علالت کے بعد جس میں دوسروں سے خدمت لینے کی بھی ضرورت نہیں پیش آئی اور ان کا مزاج کسی بھی طرح خدمت لینے پر آمادہ بھی نہیں ہوا کرتا تھا اور وہ اپنا کام خود کرنے کے عادی تھے ۲ر جون ۱۹۷۰ء کو رحلت کر گئے۔ جنازہ رکھا تھا دیکھنے والے صاف محسوس کر رہے تھے کہ اس کی تر و تازگی واضح دلیل ہے اس بات کی کہ یہ حدیث نبوی شریف کے بڑے عالم اور اس کی تعلیم دینے والے کا جنازہ ہے کہ جس پر اس کی پوری زندگی حدیث و سنت کا مسئلہ مستولی رہا، تدفین ان کے آبائی قبرستان واقع دائرہ شاہ علم اللہؒ رائے بریلی میں ایک بڑے مجمع کی موجودگی میں ہوئی، رحمه الله تعالیٰ وغفر له وادخله في جنة النعيم۔

اللہ کا خوف

(صفحہ ۱۸ کا بقیہ)

نے اس کی کیسی ممانعت فرمائی ہے اور کس گھناؤنی چیز سے اس کو تشبیہ دی ہے۔ ''ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند ہے''، اس کو تو تم مکروہ سمجھتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ توبہ قبول کرنے والا رحمت والا ہے۔ کیا تم نے اس آیت شریفہ کو سنکر غیبت چھوڑ دی، توبہ کیجئے ہماری کوئی مجلس ایسی نہیں ہے کہ جس میں غیبت نہ ہوتی ہو۔ جہاں دو عورتیں اکٹھا ہوئیں پھر مزہ یہ کہ اس مزے کے ساتھ مزہ لے کر غیبت کرتے ہیں گویا بڑی نیکی کا کام کر رہے ہیں اور لطف یہ کہ خوب سمجھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے ہماری ایک ایک بات کی اس کو خبر ہو رہی ہے اور یہ بھی معلوم اور خوب معلوم ہے کہ اس کے مقرر کئے ہوئے دو نگہبان یعنی کراماً کاتبین دونوں کاندھوں پر بیٹھے ہوئے ایک ایک بات لکھ رہے ہیں مگر پھر بھی کچھ خیال نہیں۔ اور جب خیال نہیں تو ڈر کون کہہ سکتا ہے۔

بڑی حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ اولاد ماں باپ سے ڈرے، بیوی شوہر سے ڈرے، شوہر بیوی سے ڈرے۔ بھائی بہن سے ڈرے۔ بہن بھائی سے ڈرے۔ دوست دوست سے ڈرے۔ ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی سے ڈرے۔ نوکر آقا سے ڈرے۔ آقا نوکر سے ڈرے۔ رعایا حاکم سے ڈرے اور حاکم رعایا سے ڈرے اور اللہ کے بندے اللہ سے نہ ڈریں۔

کتنی تعجب خیز بات ہے کہ جن کی ناراضگی سے دنیا کا تھوڑا سا نقصان ہے ان کے نام سے تو چھپے چھپے اور بھاگے بھاگے پھرتے ہیں۔ رات دن ان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں ان کی جوتیاں سیدھی کرتے ہیں اور جس کی ایک توجہ سے فقیر بادشاہ ہوجائے، مفلس مالدار ہوجائے، غریب امیر ہوجائے، امیر کی امارت میں چار چاند لگ جائیں، بیمار شفا پائے، بے مرادوں کی مراد برآئے اور جس کی ایک نگاہِ قہر سے صرف ایک اشارے پر دنیا تہ وبالا ہوجائے، جس کے ایک کن پر نظامِ عالم درہم برہم ہوجائے، ملک کا قلع قمع ہوجائے، بستیاں الٹ پلٹ جائیں، شہر برباد اور ویران ہو جائیں۔ بھرے گھر اجڑ جائیں، دریا خشک ہو جائیں، زمین سمندر بن جائے، اس زبردست قدرت والے حاکم کے محکوم ہو کر ایسی بے خوفی اور بے باکی!

☆☆☆☆☆

پس منظر

اسباب ومحرکات

مولانا نذر الحفیظ ندوی

عام طور پر برصغیر کے مسلمان صدام حسین کے سقوط کو بغداد کے سقوط سے تعبیر کررہے ہیں، اور بغداد کے سقوط کا مطلب ان کی نظر میں اسلام اور مسلمانوں کا مغربی صلیبی طاقتوں کے مقابلہ میں سقوط ہے جو بڑا سانحہ ہے، لیکن بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا واقعی اس معرکہ میں اسلام اور مسلمان موجود تھے؟ اس سوال کا جائزہ لینے کے لئے ہمیں نصف صدی پہلے کے عالم عربی کا جائزہ لینا پڑے گا یہ معلوم کرنے کے لئے کہ صدام حسین کے نظریات وعقائد کیا تھے؟ وہ جس پارٹی کے رہنما تھے اس کا دستور ونظریات کیا تھے؟ دستور ساز کون لوگ تھے؟ اس دستور کی تنفیذ کے نتیجہ میں جو نصاب تعلیم وتربیت اور اس سے جس طرح کا فکری لٹریچر وجود میں آیا اور معاشرہ تیار ہوا اور صرف مصر وشام وعراق ہی نہیں بلکہ الجزائر، ٹونس اور لیبیا کے ملکوں کو بھی اس درخت کے کڑوے پھل چکھنے پر مجبور ہونا پڑا ہے...... تو آیئے سب سے پہلے اس دستور کی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی تنفیذ کے نتیجہ میں ایک نیا عربی اشتراکی انسان تیار ہوا، اس میں سرفہرست جمال عبد الناصر کا نام آتا ہے ان ہی کے نقش قدم پر شام وعراق، ٹونس، الجزائر اور لیبیا کے قائدین ہیں۔ (نذر)

۵ر جون ۱۹۶۷ء کو جب اسرائیلی فضائیہ کے منصوبہ بند حملوں کے نتیجہ میں مصر وشام اور اردن کو شکست ہوگئی تو پورے عالم اسلام میں کہرام مچ گیا اور عام طور پر یہ تاثر لیا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے، بالکل اس طرح جیسے بغداد کے سقوط کو اسلام اور مسلمانوں کا سقوط قرار دیا جارہا ہے، ایسا ان مسلمانوں کی طرف سے کیا جارہا ہے جو مغربی میڈیا کے پروپیگنڈہ سے بہت زیادہ متاثر ہیں اور صدام کے بارے میں دی گئی تمام خبروں کو وحی کا درجہ دے بیٹھے ہیں، پھر جب ان کو صدمہ ہوتا ہے تو اسلام ہی کے بارے میں شک وشبہ اور انتہائی مایوسی اور پست ہمتی کی باتیں کرنے لگتے ہیں، اور حیرت سے سوال کرنے لگتے ہیں کہ آخر اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کی مدد کیوں نہیں کرتا، پھر وہ یہودی میڈیا کی طرف سے پھیلائی افواہوں سے تسکین حاصل کرنے لگتے ہیں، اور اپنے محبوب قائد کی غیر معمولی شخصیت اور اس کے افسانوی کردار سے متعلق واقعات کے پیکر تراشنے لگتے ہیں، اگر کوئی اس عام فضا اور جذباتی تصورات کے خلاف باتیں کرتا ہے تو انکی باتوں پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، یہ معاملہ صرف صدام حسین کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اگر آپ ستر اسی سال کی تاریخ کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ غازی مصطفی کمال نے تقریباً ربع صدی تک اسلامی دنیا کے مسلمانوں کی نظر میں نجات دہندہ کی صورت اختیار کرلی تھی، اس لئے کہ جن استعماری طاقتوں سے مسلمانوں کو شدید نفرت تھی ان کو غازی کمال نے شکست دے کر تمام مسلمانوں کو سرخ رو کیا تھا، اس کا یہ کارنامہ ایسا تھا کہ کمال کے ان تمام اقدامات (...خلافت کے خاتمہ، عربی رسم الخط کی تبدیلی، مسلم پرسنل لاء کے بجائے یورپی قوانین پر عمل) کو لوگوں نے کوئی اہمیت نہیں دی جن کے گہرے اور دور رس اثرات نہ صرف ترکی بلکہ پورے عالم اسلام پر مرتب ہوئے، پھر بعد میں یہ انکشاف ہوا کہ مصطفی کمال برطانیہ کے ساختہ پرداختہ تھے اور باقاعدہ سودے بازی کی گئی تھی، لیکن جب تک اسلامی دنیا نیم جاں ہوچکی تھی۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد نسبتہً بڑے پیمانے پر یہی ڈرامہ عالم عربی کے تین ملکوں.... مصر وشام اور عراق........ میں کھیلا گیا، جو بعد کو اور وسیع ہو کر الجزائر، ٹونس اور لیبیا تک پھیل گیا، ہم یہاں اختصار کے ساتھ صرف مصر وشام اور عراق کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ ان تینوں میں سے مصر نے شام وعراق اور بقیہ ملکوں کے لئے اسوہ اور نمونہ کا کام دیا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد نقصانات کی تلافی اور صنعتی وفوجی ترقی کے لئے امریکہ نے مارشل پلان بنایا تھا جس کے نتیجہ سے جاپان وجرمنی اور مغربی ممالک کے علاوہ خود امریکہ فائدہ اٹھا رہا ہے، لیکن عالم اسلامی خصوصاً عالم عربی پر قبضہ مستحکم کرکے اس کی طاقت کو کمزور اور شکست وانتشار سے دوچار کرنے کے لئے ایسا مارشل پلان تیار کیا گیا جس کے نتیجہ میں استعماری ممالک خصوصاً امریکہ واسرائیل اپنے وجود کو محفوظ ومامون رکھ سکیں اور مسلمان ممالک روایتی دشمنوں کے ہاتھوں تباہ وبرباد ہونے کے بجائے خود اپنے ہاتھوں خودکشی کرتے رہیں، عالم عربی کو خودکشی کی راہ پر کمال کے بعد جس شخصیت نے ڈالا وہ جمال عبدالناصر کی ہے جو تخریبی صلاحیت میں کمال سے بہت زیادہ آگے تھا اور اس کی پھیلائی ہوئی تباہی کمال کی طرح صرف ترکی تک محدود نہیں تھی بلکہ پورے عالم عربی کو اس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، جمال ہی کے نقش قدم پر اس کی نفسیات، طبیعت، مزاج اور تخریبی طاقت اور اثرات کے لحاظ سے حافظ الاسد (آنجہانی شامی صدر) اور صدام حسین تھے، ان تینوں شخصیتوں نے طویل عرصہ تک بلاشرکت غیرے استبدادی طرز عمل سے نہ صرف اپنے زرخیز ترین ملکوں کو بے آب وگیاہ صحرا میں تبدیل کردیا بلکہ یہ تینوں ممالک وسیع جیل خانوں میں تبدیل کردیئے گئے، مسلسل اور پے در پے فوجی انقلابات نے ان ملکوں کو اپنے بہترین فوجی قائدین اور سیاسی لیڈروں سے (جو اپنی تجربہ کاری میں فائق اور سیاست وجنگ دونوں کے سرد گرم جھیلے ہوئے اور دونوں کے نشیب وفراز سے اچھی طرح آشنا تھے) محروم کردیا اور جنگ آزمودہ اور تجربہ کار فوجی وسیاسی شخصیتوں کی ایک بڑی تعداد ان انقلابات اور سازشوں اور مطلق العنان وجابرانہ حکومتوں کی نذر ہوگئی، ان میں بہت سے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے، جو باقی بچے وہ جلا وطن کردئے گئے، یا اپنی جان وایمان اور عزت وآبرو لے کر خود اپنے ملک سے نکل گئے اور اس کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ گئے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج یہ ممالک سخت قسم کے قحط الرجال کا شکار ہیں اور ان کے یہاں ممتاز وفائق قائدین کا ایک مستقل مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، اب وہاں صرف ایک سرکاری پارٹی اور ایک ٹولی کی حکومت ہے اور صرف ایک نقطۂ نظر کو پھلنے پھولنے کی اجازت ہے، ان مطلق العنان اور آمرانہ حکومتوں نے سب سے بڑا کام اپنے پیش نظر یہ رکھا کہ ملک میں ہر اٹھتی ہوئی آواز اور ہر دھڑکتے ہوئے دل اور ہر چلتی ہوئی نبض کو ہمیشہ کے لئے خاموش کردیا اور وہ کانٹا نکال دیا جائے جو پہلو میں چبھ سکتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے پورے ملک ایسے فوجی کیمپ بن گئے جس میں صرف ایک یونیفارم اور ایک نظام کی اجازت تھی، یا ایک بہت بڑا قید خانہ جس میں نہ کوئی زندگی تھی، نہ تنوع، ریڈیو اور صحافت صرف سرکاری احکام واعلانات اور حکومت کے موقف کی تبلیغ کا ایک ایسا ذریعہ تھا جس کا کام صرف یہ تھا کہ اس کو جو کچھ حکم ہو اس کو دہراتا رہے اور حکومت کی آواز کے لئے آلہ مکبر الصوت کا کام دے، دینی جماعتوں کا تعاقب اور ان کا مقابلہ خاص طور پر کیا گیا اور وحشیانہ مظالم، تذلیل، قید وجلا وطنی سب سے زیادہ ان ہی کے حصے میں آئی، ان حکومتوں کو اس کی فکر زیادہ تھی کہ ایمانی قوت اور اسلامی جوش کے سرچشموں اور سوتوں کو کس طرح خشک اور ناکارہ بنا دیا جائے، اس کی فکر کم تھی کہ فساد والحاد کے سدباب کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے جائیں، مجرموں، خائنوں اور بداخلاق کردار لوگوں کو کیا سزائیں دی جائیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ فسق وفجور کی سرکاری سرپرستی کی گئی اور خائنوں اور بدکرداروں کو اونچے عہدے دیئے گئے، غیر ملکی جاسوسوں کے ہاتھوں کھلے عام فوجی راز بیچے گئے، پھر ان قومی خیانت اور غداری کا ارتکاب کرنے والوں کو قومی ہیرو قرار دیا گیا، ذلت آمیز شکست کو بے مثال فتح وکامرانی سے تعبیر کیا گیا، اپنے ہی ہم وطنوں پر زہریلی گیس کی بارش کرکے جن لوگوں نے ایک لاکھ بیاسی ہزار کردوں کو ختم کردیا انھیں وقت کا صلاح الدین ایوبی قرار دیا گیا، شام کے تاریخی اور آباد بارونق شہروں، حلب، حماہ اور حمص کی پوری آبادی کو بمبار طیاروں کے ذریعہ اینٹ سے اینٹ بجانے والے اس ملک شام کے حکمراں تھے جنھوں نے گولان اور قنیطرہ جیسے فوجی اہمیت کے مراکز دشمن سے بغیر لڑے تین دن پہلے ہی دشمن کے لئے خالی کردیا، اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صدام حسین نے اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی کی ضمانت کے بدلے عراق کو امریکہ کے حوالہ کردیا، امریکہ کے بل بوتے پر اکتیس سال تک عیش کرنے والے صدام اب اپنے ولی نعمت کے زیر سایہ اپنے عراقی دشمنوں سے محفوظ آرام کی زندگی گذار رہے ہیں۔

لیکن آخر یہ تینوں مادھو (جمال، حافظ الاسد اور صدام حسین) کس مٹی کے بنے ہوئے تھے اور کس نظام ونظریہ اور تعلیم کے پروردہ تھے اور یہ کون سا درخت تھا جس نے اتنے کڑوے پھل دیے، یہ درخت کس نے اگایا تھا، اس کے بیج کہاں سے لائے گئے تھے، اور کس ماحول اور کس کھاد سے اس کو تیار کیا تھا تھا...... اس کا مختصر سا جواب یہی ہے کہ یہ مغربی نظام تعلیم وتربیت کا لازمی اور طبعی نتیجہ ہے، کانٹے بونے والے کانٹے ہی کاٹتے ہیں" والبلد الطيب يخرج نباته باذن ربه والذی خبث لايخرج إلا نكدا"

....

دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد عالم عربی کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے عرب قوم پرستی اور اشتراکیت کے دل فریب نعرے عربوں کو دیے گئے، شام وعراق میں حزب البعث العربی اور مصر میں الاتحاد الاشتراکی العربی کے نام سے دو پارٹیاں قائم ہوئیں لیکن دونوں کے کرتا دھرتا مغربی نظام تعلیم وتربیت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے وہ عناصر تھے جن کی اکثریت عیسائیوں یا پھر ملحد اور بے دین عرب قوم پرستوں پر مشتمل تھی، اور دونوں پارٹیوں کے منشور، دستور اور اس کے دفعات اور اس دستور کے نافذ کرنے والے اور اس کے عملی نتائج تینوں ملکوں میں یکساں برآمد ہوئے۔

ہم یہاں اختصار کے ساتھ البعث العربی (بعث پارٹی) کے دستور کا جائزہ پیش کررہے ہیں جس کی بنیاد ۱۹۴۳ء میں میشیل عفلق کے ہاتھوں پڑچکی تھی، یہ میشیل عفلق وہی ہیں جو مسیحی یہودی تھے، بیروت میں فرانسیسی سفارت خانہ کے ملازم، ویٹیکن سٹی کے پوپ پال کی طرف سے تبلیغی میدان میں تمغہ پائے ہوئے تھے بعد میں وہ اسرائیلی وزیر اعظم گولڈ مائر کے داماد بنے، شام وعراق میں معبودوں کی طرح ان کی پرستش اور ان کے تمام احکامات کی تنفیذ کی جاتی تھی، آخری عمر میں صدام حسین نے ان کو عراق بلا لیا تھا، یہیں پچانوے سال کی عمر میں انتقال ہوا،

امریکی و برطانوی دستاویزات اور خود شام و عراق کے مستند ذرائع نے یہ انکشاف کیا تھا کہ میشیل عفلق امریکہ و برطانیہ اور فرانس کے مفادات کے لئے کام کررہے تھے اور ان کے تنخواہ دار ایجنٹ تھے۔

پہلے پہل بعث پارٹی کے قیام کا خیال عفلق نے اپنی کتاب "نضال البعث" میں پیش کیا جو ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی پھر اس تحریک کا باقاعدہ آغاز ۷/اپریل ۱۹۴۷ء کو اس وقت ہوا جب دوسوار کان کی موجودگی میں چاردن کے مسلسل بحث و مباحثہ کے بعد حزب البعث العربی الاشتراکی کے دستور کو منظور کیا گیا، جس میں اڑتالیس دفعات مع تمہیدی فقروں کے ہیں، اس دستور سازی میں شام و مصر عراق کے علاوہ لبنان کے عیسائیوں نے بنیادی کردار ادا کیا تھا۔

جولائی ۱۹۵۲ء میں جب مصر میں انقلاب ہوا، پہلے جنرل نجیب برسر اقتدار آئے، ان کو معزول کرکے امریکہ کی تائید سے کرنل جمال عبدالناصر حکمراں بن گئے تو پچاس ہزار اخوانیوں کو جیلوں میں بند اور ان کے مفکرین اور چوٹی کے داعیوں کو تختہ دار پر چڑھانے کے بعد جمال نے بعث پارٹی ہی کے دستور کو اپنا رہنما بنایا، اسی کو بنیاد بنا کر شام و مصر کے درمیان ۱۹۵۸ء میں انضمام ہوا اور متحدہ عرب جمہوریہ نام رکھا گیا، دونوں ملکوں کی پارلیمنٹ، قانون ساز ادارے اور عدالتوں کے نظام یکساں بنائے گئے، لیکن دونوں ملکوں کے درمیان بہت جلد اختلافات پیدا ہوگئے اس حد تک کہ دونوں کے درمیان یہ انضمام ختم ہوگیا، اس میں بھی جمال عبدالناصر اور ان کے رفقاء کی یک طرفہ کاروائی اور شامیوں کے ساتھ توہین آمیز سلوک کو بڑا دخل تھا، اس انضمام کے خاتمہ کے بعد مصر نے بعث پارٹی سے اپنے کو الگ کرکے الاتحاد الاشتراکی کے نام سے ایک تنظیم قائم کی اور باقاعدہ اس کے لئے اشتراکی بنیادیں مہیا کیں، مصری دانشور ڈاکٹر عصمت سیف الدولہ نے حکومت اور پارٹی دونوں کا میثاق یا قومی چارٹر تیار کیا یہ ۱۹۶۳ء کی بات ہے، اس کے بعد شامی بعث پارٹی میں بھی تبدیلیاں ہوئیں اور عراق نے بھی اپنے کو شامی بعث پارٹی سے الگ کرلیا لیکن تینوں ملکوں میں قائم پارٹی کی روح اسی طرح باقی رہیں البتہ پہلے کے مقابلہ میں ان پارٹیوں کے ارکان اور حکمراں طبقہ کے لوگ اپنے ہم وطنوں پر ظلم و سفا کی میں زیادہ آزاد ہوگئے اور نئے نئے جیل خانے قائم ہونے لگے اور تینوں بہت تیزی کے ساتھ پستی میں جانے لگے۔

بعث پارٹی کا دستور

بعث پارٹی کی تعریف اور اس کے مقاصد کا تذکرہ کرتے ہوئے دستور میں کہا گیا ہے "بعث پارٹی ایک ایسی قومی اور عوامی وانقلابی تحریک ہے جو عرب وحدت، آزادی اور اشتراکیت کے حصول کے لئے جدوجہد کرے گی، اس پارٹی کے تین بنیادی مقاصد ہوں گے۔

۱۔ عرب ایک ایسی امت ہیں جن کا فطری حق یہ ہے کہ وہ ایک ملک میں زندگی گذاریں، اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، انھیں آزادی وخود مختاری حاصل ہو، اس بنا پر بعث پارٹی عالم عربی کو ایک اٹوٹ سیاسی و اقتصادی وحدت شمار کرتی ہے اور کسی عرب کے لئے یہ ممکن نہیں کہ دوسرے عرب ملک سے الگ ہوکر زندگی کے تقاضے کی تکمیل کرے۔

۲۔ عرب قوم ایک ثقافتی وحدت سے منسلک ہے، ان کے درمیان جتنی تقسیمیں ہیں سب عارضی ہیں جیسے ہی شعور بیدار ہوگا یہ تقسیمیں ختم ہوجائیں گی۔

۳۔ عالم عربی عربوں کا ہے، اس کے معاملات میں تصرف کرنے کا حق صرف عربوں ہی کو ہے۔

دوسرا بنیادی مقصد:

عربوں کے اندر ایسی روشن اور تابناک خصوصیات ہیں جو ان کی مسلسل جد و جہد سے عیاں ہیں ان کے اندر زندگی و توانائی، جدت و نادرہ کاری اور تجدید و ترقی کی بھرپوری صلاحیت موجود ہے، فرد کی آزادی کے ساتھ قومی ترقی اور ارتقاء کے درمیان توازن وتناسب بھی موجود ہے، اس لئے بعث پارٹی:

۱۔ اظہار خیال کی آزادی، اجتماعی زندگی، عقیدہ اور وطن کو تقدس کا درجہ دیتی ہے۔

تیسرا بنیادی مقصد:

عرب قوم ایک ایسے ابدی پیغام کی حامل ہے جو تاریخ کے مختلف مراحل سے مکمل اور نئی نئی شکلوں میں ظاہر ہوتی رہی ہیں، اس کا بنیادی مقصد انسانی اقدار کی تجدید اور بشری ترقیوں کی حوصلہ افزائی اور مختلف قوموں کے درمیان تعاون وہم آہنگی کو پروان چڑھانا ہے۔ (باقی آئندہ) ☆

صفحہ ۷ کا بقیہ

نہیں جاسکتا ہے، لوگ دو دو چار کی طرح اسباب تلاش کرتے ہیں لیکن عام طور پر یہ حقیقتیں نگاہوں سے اوجھل ہوجاتی ہیں، آج دنیا کے مختلف مسلمان ملکوں کا کیا حال ہے؟ عربوں نے فرنگی تہذیب و معاشرت کو کس حد تک اختیار کرلیا ہے، آج سے نصف صدی قبل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے دل پر پتھر رکھ کر ایک مکتوب میں یہ الفاظ لکھے تھے "عالم اسلام کا قبلہ مکہ معظمہ اور بیت اللہ ہے لیکن مرکز اسلام کا قبلہ سردست امریکہ ہے" پھر سعودی عرب کا کیا رونا رویا جائے، دوسرے ممالک کا حال اس سے بدتر ہے، بعض بعض حکمرانوں نے دنیا کی عیش و عشرت کے آگے پورے پورے ملک کو داؤں پر لگا رکھا ہے، پھر چھوٹے پیمانوں پر خود ہم اپنا جائزہ لیں، ساری آزمائشوں اور مصیبتوں کے باوجود کیا ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی ہوئی، افراد سے معاشرہ وجود میں آتا ہے، اگر ہم خود اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں گے تو معاشرہ بدلے گا، اور پھر ملکوں کے نظام میں بھی بہتر تبدیلی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ ☆☆☆

کتابوں کی دنیا

مولانا محمود حسنی ندوی
تبصرہ نگار

نام کتاب : عقد ثریا
تالیف : غلام ہمدانی مصحفی
ترجمہ : ڈاکٹر احمد نسیم صدیقی و ڈاکٹر تقی علی عابدی (لکھنؤ یونیورسٹی)

زیر تبصرہ کتاب "عقد ثریا" مصحفی کی "تذکرہ فارسی گویان" کا ترجمہ ہے جس کا سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ ہے، علمی و ادبی حلقوں میں مصحفی کی شخصیت اور ان کا تذکرہ اجنبی نہیں ہے، اردو کی نامور شخصیت مولوی عبدالحق کے مقدمہ کے ساتھ مصحفی کا تذکرہ شائع ہوا تھا فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے اس کی افادیت محدود تھی، لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی کے ریڈر ڈاکٹر احمد نسیم صدیقی نے اس ضرورت کا احساس کیا اور بہت جلد اردو داں طبقہ کے لئے ایک گرانقدر تحفہ پیش کردیا، انہوں نے ایم اے فارسی میں ایک پرچہ کی حیثیت سے عقد ثریا کے ترجمہ کا کام کیا تھا، شعبۂ علوم مشرقیہ کے استاد ڈاکٹر تقی عابدی کے تعاون سے اس کام کی تکمیل ہوئی، اس طرح یہ کام ان دونوں محققین کا مشترک کام ہے جو سامنے آیا ہے، ان کے ترجمہ نے فارسی کے اس گرانقدر حصہ کو اردو کا ایک اہم اضافہ بنادیا ہے۔

۱۲۵/صفحات پر مشتمل یہ کتاب اردو اکاڈمی اتر پردیش کے مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے، اور اس کے تقسیم کار، دانش محل امین آباد اور خود مترجمین حضرات ہیں۔

قیمت -/100 روپے درج ہے۔

❁❁❁

نام کتاب : آثار حضرت وصی
مصنف : شاہ حسین الحق صاحب
ناشر : دائرہ حضرت وصی محلہ شاہ ہارون، سہسرام، بہار۔

شاہ وصی احمد وصی الحق مسکین اصدقی کا یہ تذکرہ ان کے پوتے شاہ حسین الحق نے ترتیب دیا ہے، ۱۲۵/صفحات پر مشتمل یہ تذکرہ شاہ صاحب کے خاندانی حالات، عہد طفولیت، زمانۂ شباب، تعلیم وتزکیہ، شعروسخن، تصنیف وتالیف کے احوال وکمالات کا مرقع ہے کتاب کے آخر میں فاضل مرتب نے انتخاب کلام بھی دیا ہے، مسکین تخلص کرتے تھے۔ ان کا ایک شعر ہے:

وہ کسی روز تو گزریں گے ادھر سے مسکین
بس اسی آس پہ دیوار میں در رکھا ہے

ذکر رسول ﷺ، "ارشادات مرشد"، "تجوید القرآن" اور انتخاب غزلیات شعرائے سلف" ان کی اہم کتابیں ہیں۔

۱۳/جمادی الثانیہ ۱۳۷۷ھ کو سہسرام (بہار) میں وفات پائی، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فرزند مولانا محمد ایوب شمیم ندوی ان کے خاص دوستوں میں سے تھے۔

اللہ تعالیٰ صاحب تذکرہ کے درجات بلند فرمائے اور مرتب موصوف کو جزائے خیر عطا کرے آمین

قیمت صرف -/50 روپے ہے۔

❁❁❁

نام کتاب : تصوف ورہبانیت کی حقیقت
مصنف : مولانا محمد انوار الحق شہودی
ناشر : ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس ۳۱۹۱/ گلی عزیز الدین وکیل، کوچہ پنڈت لال کنواں، دہلی۔۶

تصوف کے تعارف پر ۶۴ صفحات کی اس کتاب میں تصوف اور اس کی اصطلاحات، صوفیاء اور ان کے مکاتب فکر صوفیانہ تصورات و معتقدات کی حقیقت، اور کتاب وسنت سے تصوف کی اہمیت و ضرورت پر استدلال، تصوف پر اعتراضات کا جواب اور صوفیاء کے اقوال واحوال سے بحث کی گئی ہے، اور تصوف وصوفیاء پر جو غیر اسلامی اور عجمی اقتدار کے اثرات مرتب ہوئے ان کو صاف کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور رہبانیت کے اس الزام کو بھی دور کرنے کی سعی کی گئی ہے جو زمانۂ دراز سے تصوف اور صوفیا پر دھرا جاتا رہا ہے۔

قیمت -/50 روپے درج ہے۔

❁❁❁

نام کتاب : عربی ادب کے جدید رجحانات مصر میں
مصنف : ڈاکٹر مشیر حسین صدیقی
ناشر : مصنف

ڈاکٹر شبیر احمد ندوی پروفیسر شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی کتاب وصاحب کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں؛" کہ ڈاکٹر مشیر صدیقی ایک سنجیدہ باذوق محنتی اسکالر ہیں، عربی ادب اور عربی تہذیب وثقافت کا انہوں نے گہرا مطالعہ کیا ہے، اس کتاب میں انہوں نے جدید اصناف ادب، اس کے ممتاز ادباء وشعراء اور نثر نگاروں نیز ان کے ادبی رجحانات اور امتیازات کو تفصیل سے بیان کیا ہے، زبان سلیس شگفتہ اور رواں ہے۔

۳۰۴ صفحات کی یہ کتاب عربی زبان و ادب کے مختصر جائزے، جامع ازہر کی ادبی خدمات، پریس کی ادبی خدمات، جمال الدین افغانی، مفتی عبدہ علامہ رشید رضا کے خصوصی ذکر، امتیازات ورسائل اور افسانوں، ناول، ڈرامہ نگاری، سوانح نگاری، خطوط نویسی میں نئے اور بدلتے رجحانات مصر کے مشہور ادباء وشعراء اور انشاء پردازوں مثلاً احمد شوقی، صادق الرافعی، خلیل جبران بارودی، حافظ ابراہیم وغیرہ کے ادبی رجحانات وخیالات اور افکار کے ذکر اور مجر کے مشہور ادباء شعراء صحافی اور ناول نگاروں کے تعلق سے مصنف کی آراء و جائزے پر مشتمل ہے، اور جدید ادب کو سمجھنے کے لئے ایک مفید اور معاون

کتاب ہے۔

قیمت 120/- روپئے ہے۔ مکتبۂ ندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دانش محل امین آباد لکھنؤ سے یہ کتاب حاصل کی جاسکتی ہے۔

❁❁❁

نام کتاب : فانی کی شاعری میں حزنیہ عناصر
نام مصنف : ڈاکٹر معراج الحسن صاحب
ناشر : مصنف

یہ کتاب اصلاً ایک مقالہ ہے جس پر روہیلکنڈ یونیورسٹی بریلی نے مصنف کو ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری تفویض کی ہے، اس میں مصنف فانی بدایونی کے فکر و فن، بالخصوص ان کی شاعری میں ظاہر ہونے والے حزنیہ عناصر کا نہایت جامع مربوط اور مبسوط طریقہ سے تجزیہ کیا ہے۔

پروفیسر عتیق احمد صدیقی (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) اس گرانقدر کام پر مصنف کو داد دیتے ہوئے کہتے ہیں معراج صاحب نے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:

"فانی کو اظہار و ابلاغ پر قدرت حاصل ہے انہوں نے الفاظ و معانی میں توازن تناسب اور تسلسل کا بھی ہر ممکن التزام رکھا ہے، زبان کی لطافت اور نزاکت کے معاملے میں فانی کو غزل گویوں کی صف اول میں شمار کیا جاسکتا ہے، فانی نے جہاں کہیں مخصوص انفرادیت کے ساتھ اپنے جذبات و خیالات کو مضمون اور معنی سے ہم آہنگ کردیا ہے وہاں پہنچ کر غنائیت دوبالا ہو کر ذوق جمال کو گرما دیتی ہے...... اس کتاب میں معروضی پہلو، منطقی استدلال اور غلو و مبالغہ سے اجتناب کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے۔

۳۱۰ صفحات کی یہ کتاب 200/- روپئے کی ہے، اور اردو اکاڈمی اتر پردیش سے انعام یافتہ ہے اور اس کتاب کو پروفیسر آل احمد سرور اور پروفیسر گیان چند جین کی تقریظات بھی حاصل ہیں۔

دانش محل امین آباد لکھنؤ اور شمسی بک ہاؤس واجد نگر مراد آباد سے یہ کتاب حاصل کی جاسکتی ہے۔

❁❁❁

نام کتاب: آداب بندگی
شائع کردہ: القرانٹرنیشنل ایمپوارٹ پرنٹرس ممبئی۔

"آداب زندگی" جناب پروفیسر قمر الدین موسیٰ صاحب کی مرتب کردہ دعاؤں کا مجموعہ ہے، جو ۹۶ صفحات پر مشتمل۔

مصنف نے اس دعاؤں کے مجموعے کا نام "آداب زندگی" رکھا ہے، مولانا محمد ابراہیم صاحب افریقی مدظلہ نے تقریظ میں تحریر فرمایا ہے "آداب بندگی سے موسوم اس رسالہ کو جستہ جستہ دیکھا ہے عنوانات عام فہم اور جاذب، ترتیب بڑی عمدہ، ہر دعا کو مدلل مع حوالہ پیش کر کے کتاب کا وزن بڑھا دیا گیا، خیال آیا کہ نام سنت کے مطابق آداب زندگی ہوتا مگر زندگی جب حضور ﷺ کی زندگی کے طور طریق پر ڈھل جائے تو بندگی ہو جاتی ہے، شاید مرتب محترم نے یہ نام اس لئے منتخب فرمایا ہے۔"

دعاؤں کے مجموعے میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ دعائیں نقل کردی جاتی ہیں مگر ان کے حوالجات نہیں دئے جاتے، جس سے قاری کا ذہن شکوک و شبہات میں الجھا رہتا ہے کہ یہ دعائیں نہ جانے حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہیں بھی یا نہیں؟ آداب بندگی اس حیثیت سے بھی ممتاز ہے کہ مصنف نے قرآن کریم کے بعد حدیث کی مستند کتابوں اور دعاؤں کے معتبر مجموعوں سے بھی دعاؤں کو اخذ کیا ہے اور ہر دعا کے سامنے اس کا حوالہ بھی دے دیا ہے، پھر دعاؤں پر اعراب اور اس کے سامنے ترجمے کا التزام بھی ہے۔

یہ کتاب ادارۂ اسلامیات ۳۶ر محمد علی روڈ ممبئی سے حاصل کی جاسکتی ہے (فاروق تابش مہدی)

❁❁❁

انعامی مقابلہ

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام

اس مقابلہ میں دو گروپ ہوں گے، گروپ (الف) کا موضوع ہے «الانسجام الفكري بين الدكتور محمد اقبال و الشيخ أبي الحسن علي الندوي في ضوء كتابه: روائع اقبال»

۱۔ گروپ (الف) میں دارالعلوم ندوۃ العلما میں تدریب علمی اور معہد الدعوہ کے طلبہ اور دارالعلوم کے وہ فضلاء شریک ہوسکیں گے جو علمی یا تعلیمی کاموں سے وابستہ ہیں، اور تین سال کے اندر تعلیم سے فارغ ہوئے ہیں۔

۲۔ مقابلہ عربی میں ہوگا۔ ۳۔ فل اسکیپ کے دس صفحات میں ٹائپ شدہ یا خوش خط لکھا ہو۔

۴۔ مقالہ جمع کرنے کی آخری تاریخ ۱۵ر جولائی ۲۰۰۳ء ہے۔

(انعامات)

۱۔ ۵ ہزار ۲۔ ۳ ہزار ۳۔ ڈھائی ہزار روپئے

گروپ (ب) کا موضوع کوئی ایک تاریخ ساز شخصیت (تاریخ دعوت و عزیمت کی روشنی میں، اس کی ترجیح کی وجہ، نیز اس کے تذکرہ میں حضرت مولانا کے اسلوب کی خصوصیت کے تذکرہ کے ساتھ)

۱۔ اس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے تخصص فی الشریعہ والادب کے طلبہ شریک ہوں گے۔

۲۔ یہ مقالہ اردو میں لکھا جائے گا۔

۳۔ پندرہ فل اسکیپ صفحات میں ٹائپ شدہ یا خوش خط لکھا ہو۔

۴۔ مقالہ جمع کرنے کی آخری تاریخ کیم ر اگست ۲۰۰۳ء ہے۔

(انعامات:)

۱۔ ۳ ہزار روپئے ۲۔ ۲ ہزار روپئے۔
۳۔ ۲۰ر ہزار روپئے۔ اور تشجیعی انعامات۔

فقہی سوال و جواب

از: مفتی محمد طارق ندوی

سوال: مصنوعی آنکھ لگوانا جائز ہے یا نہیں؟
جواب: مصنوعی آنکھ لگوانا جائز ہے۔

سوال: بندوق کی گولی سے کوئی جانور زخمی ہو کر قبل ذبح مرجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟
جواب: بندوق کی گولی سے کوئی جانور زخمی ہو کر قبل ذبح مرجائے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے پتھر یا لاٹھی سے مرجائے ہاں مرنے سے پہلے ذبح کرلیا جائے تو حلال ہو جائے گا۔

سوال: جن برتنوں میں تصویریں ہوتی ہیں ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟
جواب: مذکورہ برتنوں کا استعمال جائز نہیں ہے۔

سوال: حقہ پینے کا کیا حکم ہے؟
جواب: یہ ایک دوا ہے جو حکم اور دواؤں کا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی بلا کراہت جائز ہے مگر اس میں بدبو ہوتی ہے اس لئے مسجد میں جانے کی صورت میں منہ صاف کرلے۔

سوال: اگر کوئی شخص بھول کر سورہ فاتحہ پڑھنے کے بجائے التحیات پڑھ لے یا التحیات پڑھنے کی جگہ سورہ فاتحہ پڑھ لے تو ایسی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟
جواب: دونوں صورت میں واجب کے ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

سوال: ایک شخص تنہا فجر کی نماز پڑھ رہا تھا اسی اثنا میں دوسرا شخص آیا اور اس کی اقتداء کرلی تو امام جہری قرأت کرے یا سری؟
جواب: جس وقت سے دوسرا شریک جماعت ہوگیا اس وقت سے بلند آواز سے قرأت کرے کیونکہ امام پر فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص دعائے قنوت پڑھنے کے لئے جو تکبیر کہی جاتی ہے اسے بھول جائے تو کیا کرے؟
جواب: تکبیر قنوت واجب ہے لہٰذا اگر اسے کوئی بھول کر چھوڑ دے تو اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص پہلی یا دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے اور دوسری سورہ پڑھ جائے تو اب وہ کیا کرے؟
جواب: ایسی صورت میں اگر سورہ پڑھنے کے بعد فوراً یاد آجائے تو پہلے سورہ فاتحہ پڑھے پھر دوبارہ کوئی سورہ ملائے اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے "إذا نسي الفاتحة في الركعة الاولى أو الثانيه وقرأ السورة ثم تذكر فانه يبدأ بفاتحة الكتاب ثم يقرأ السورة وهو ظاهر الرواية هكذا في المحيط".

سوال: اگر مسبوق بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے اور کچھ دیر بعد دوسرے کے کہنے پر بقیہ نماز پوری کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟
جواب: ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس نے نماز کی حالت میں غیر سے مدد حاصل کی۔

سوال: اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی واجب کو چھوڑ دے تو کیا سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہوسکتی ہے؟
جواب: نہیں! اگر کوئی شخص کسی واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

سوال: کیا عصر و مغرب کے درمیان نفل نماز پڑھ سکتے ہیں؟
جواب: نہیں عصر و مغرب کے درمیان نفل نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

سوال: کیا سجدے میں دونوں ہاتھوں کو بچھانا اور پاؤں پھیلانا مکروہ ہے؟
جواب: ہاں سجدہ میں دونوں ہاتھوں کا بچھانا اور پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص ظہر کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت پڑھ جائے تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا؟
جواب: اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہ ہوگا البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

سوال: اگر ایک ہی مقتدی ہو تو امام کے کس جانب کھڑا ہو؟
جواب: اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا ہو تو اس کو امام کی داہنی جانب امام یا امام کے برابر کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے، اگر بائیں جانب یا امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

سوال: کیا صبح کی نماز سے پہلے نفل پڑھ سکتے ہیں؟
جواب: نہیں طلوع صبح صادق کے بعد سوائے سنت فجر کے نوافل نہیں پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: کیا فجر کی سنتیں جو کہ چھوٹ گئی ہیں فجر کی فرض نماز کے بعد فوراً پڑھنا مکروہ ہے؟
جواب: ہاں! فوراً پڑھنا مکروہ ہے۔

☆☆☆

محمد تعریف صاحب محلہ ماما گنج لشکر گوالیار (ایم پی) کا گذشتہ دنوں اپنے وطن میں حالت سجدہ میں انتقال ہوگیا، مرحوم ارباب ندوہ اور پندرہ روزہ تعمیر حیات کے قدردانوں میں سے تھے قارئین کرام سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

عالمی خبریں

سید معید اشرف ندوی

سعودی عرب کے شاہ فیصل ایوارڈ کمیٹی کے سربراہ شہزادہ خالد الفیصل نے ۲۶ ویں بین الاقوامی شاہ فیصل انعام برائے ۲۰۰۳ء کے لیے ایوارڈ یافتگان کے ناموں کا اعلان کر دیا ہے، مختلف علوم وفنون میں نمایاں اور گرانقدر خدمات سرانجام دینے والے اشخاص کو یہ ایوارڈ دیا جاتا ہے، اسلامی معاشیات کی تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر عزالدین محمد موسیٰ اور مراکش کے استاذ ابراہیم ابوبکر حرکات کو مشترکہ طور پر انعام دیا گیا۔ عربی زبان وادب کے حوالے سے اس مرتبہ کوئی انعام نہیں دیا گیا، امریکہ کے پروفیسر فریڈرک ہاتھورن (M.Fredrick Hawthrne) جاپان کے پروفیسر کوجی ناکانیشی (Koji Nakanishi) کو کیمیا میں نمایاں خدمات سرانجام دینے پر مشترک انعام دیا گیا۔ جب کی طب کے میدان میں سینے کے سرطان کے سلسلے میں تحقیقات کے ضمن میں جرمنی کے پروفیسر اکسل الرچ (Axel Ullrich) اور اٹلی کے پروفیسر امبرتو ویرونیسی (Umberto Veronesi) کو مشترکہ انعام دیا گیا ہے۔ خدمت اسلام کا انعام مؤسسہ سلطان ابن عبدالعزیز الخیریہ نے حاصل کیا ہے، اب تک سائنس کے میدان میں آٹھ ملکوں کے ۳۲ اشخاص، طب کے میدان میں گیارہ ملکوں سے تعلق رکھنے والے ۱۴۳ اشخاص اور اسلامیات اور عربی زبان وادب کے میدان میں نو ملکوں سے تعلق رکھنے والے ۱۲۵ اشخاص کو یہ ایوارڈ دیا جا چکا ہے۔

ماہنامہ محدث لاہور ایک علمی و تحقیقی رسالہ ہے جو علوم اسلامیہ کے مختلف علوم وفنون کے علاوہ تحقیق وتنقید، مغرب اور عالم اسلام جیسے موضوعات پر مقالات شائع کرتا ہے اور گذشتہ چوبیس سال سے مسلسل اشاعت پذیر ہے، محدث کے کئی خاص نمبر بھی شائع ہوئے ہیں، جن میں حجیت حدیث نمبر، رسول مقبول ﷺ نمبر، سود نمبر، معروف ہیں، اگست۔ ستمبر ۲۰۰۲ء کی خاص اشاعت فتنۂ انکار حدیث کے موضوع پر ہے۔

اس اشاعت خاص کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلا حصہ پرویزی انکار کے بارے میں ہے، غلام احمد پرویز کے عقائد کو ان کی کتب کی مدد سے قارئین کے سامنے پیش کیا گیا ہے، دوسرا حصہ فتنۂ انکار حدیث کے تجزیہ وتاریخ اور تدوین حدیث جیسے موضوعات پر مشتمل ہے، تیسرا حصہ منکرین حدیث کی طرف سے کئے جانے والے عمومی اعتراضات وشبہات کے جواب میں لکھے جانے والے مضامین پر مبنی ہے، اس نمبر کا چوتھا حصہ برصغیر میں انکار حدیث کے حوالے سے لکھے گئے کتابی لٹریچر کے اشاریہ پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ برصغیر کے جملہ دینی جرائد میں اس موضوع کے حوالے سے آج تک شائع ہونے والے مضامین کا موضوع وار اشاریہ ہے، اس اشاعت خاص کے مقالہ نگاروں میں مولانا رمضان سلفی، پروفیسر محمد دین قاسمی، پروفیسر منظور احسن عباسی، حافظ حسن مدنی، ڈاکٹر عبداللہ عابد محمد نعیم، علی احمد چوہدری، حافظ عبدالرحمٰن مدنی، صفی الرحمٰن مبارکپوری، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ڈاکٹر ظفر اللہ داؤدی، اور عبدالرشید عراقی جیسے نامور اہل قلم شامل ہیں، یہ شمارہ سی ڈی پر بھی دستیاب ہے۔

الفرقان اسلامک ثقافتی فاؤنڈیشن لندن نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر ایک دائرۃ المعارف تیار کرنے کا پروگرام بنایا ہے اس کے لئے سعودی عرب، مصر، تیونس اور ترکی کے اہل علم کا ایک بورڈ بنایا گیا ہے جو موضوعات وعنوانات تیار کر چکا ہے، ۸۵ کے قریب موضوعات طے کیے گئے ہیں، ان میں سے کئی موضوعات پر مقالات تیار ہو چکے ہیں اور اشاعت کے مختلف مراحل میں ہیں، عنقریب اس کی پہلی جلد دستیاب ہو جائے گی۔

برطانیہ میں ۲۰۰۱ء میں کی گئی مردم شماری کے نتائج کے مطابق میں عیسائیت کے بعد جس مذہب کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں وہ اسلام ہے برطانیہ میں آباد مسلمانوں کی تعداد سولہ لاکھ ہے اور وہ ملک کی کل آبادی کا تین فیصد ہیں، مسلمانوں کا سب سے زیادہ لندن میں ہے جہاں ان کا تناسب ۸/۵ فی صد ہے کل آبادی کا نو فیصد حصہ وہ افراد ہیں جو باہر سے آکر برطانیہ میں مقیم ہو گئے ہیں اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

حکومت سعودی عرب ملک بھر میں اسلامی مراکز، مساجد اور اسلامی اکیڈمیوں کے قیام پر ہی توجہ نہیں دے رہی بلکہ اس نے مغربی دنیا کی قدیم اور مشہور یونیورسٹیوں ہارورڈ، لندن اور ماسکو میں اسلامک اسٹڈیز کی چیئرز بھی قائم کی ہیں، اسلامک اسٹڈیز کی چیئرز قائم کرنے کا مقصد مختلف تہذیبوں کے درمیان رابطہ قائم کرنا، غیر مسلموں کے سامنے اسلامی تعلیمات کی تشریح اور ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہے جو مغربی دانشور اسلامی قوانین کے نفاذ کے حوالہ سے پھیلا رہے ہیں، سعودی حکومت ان یونیورسٹیوں میں اسلام کے بارے میں مطالعہ کے لئے طلباء کو اسکالرشپ دیتی ہے، یہ چیئرز اسلام کی تعلیمات کو پیش کرنے اور دین اسلام کو ایک ایسے طرز حیات کے طور پر پیش کرنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں جو تشدد، دہشت گردی اور انتہا پسندی کو مسترد کرتا ہے۔

Resi : 2268177
Mobile : 9415002535
Shop : 2213736 2500667
سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
پروپرائٹر : محمد اسلم
Haji Safiullah Jewellers
Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow.-18

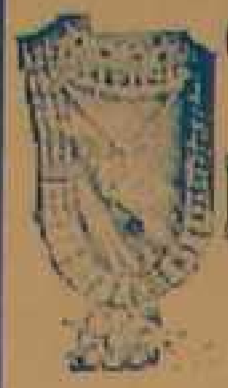

MOHD. IRFAN
PROPRIETOR
Shop: 260890
Resi: 269562
NEW KAREEM JEWELLERS
نیو کریم جویلرس
دوکان نمبر ا البلد مارکیٹ ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

مطالعہ حدیث کے اصول ومبادی

حدیث وعلوم حدیث کی بنیادی معلومات کے ساتھ مطالعہ حدیث کا ایک نیا رخ، اور حدیث سے اشتغال رکھنے والوں کو نہایت اہم ہدایات اور مشورے، اردو میں پہلی مرتبہ منظر عام پر حضرت مولانا کے قلم سے۔
صفحات: ۸۸ قیمت: -/10
ملنے کا پتہ:
مکتبہ ندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

Fac 91-512-2462039
2462311
Resi: 2451177
Paradise
LEATHER FINISHERS
Manufacturers & Suppliers Of Finished Leather & Leather Goods
E-Mail: PLFsajid1@Radiffmail.com
PLFsajid1@Datainfosys.net
MIG-37, K.D.A. COLONY, JAJMAU KANPUR-208010

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building, S.V. Patel Road,
Null Bazar, Mumbai 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 3460220, 3468708
Tel. (R) 3095852
۱۲ نمبر اور ۱۲X کی اسپیشل چائے استعمال کیجئے